رب کا پیام

الفاتحہ
الحج
النمل
الحاقہ
التوبہ
یونس
الضحیٰ

النساء
یٰسین
الواقعہ
الحدید
الکہف
البقرہ
حم السجدہ

خرم مراد

منشورات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب کا پیام

Marfat.com

Marfat.com

رب کا پیام

قرآن کے ۱۴ مختصر درس

خرم مراد

منشورات

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	رب کا پیام
مصنف	:	خرم مراد
طبع اول	:	ستمبر ۲۰۰۰ء
تعداد	:	۲۰۰۰
ناشر	:	منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۵۷۰ فون: ۵۴۲۵۳۵۶، فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴
مطبع	:	قومی پریس، ۵۰ لوئر مال، لاہور

۱۴۱۲۹۹

قیمت	:	۶۰ روپے

Marfat.com

ترتیب

	بسم اللہ	مسلم سجاد	۴
۱	سیدھا راستہ		۷
۲	راہ بندگی		۱۹
۳	اللہ پر ایمان		۲۹
۴	آخرت کی زندگی		۴۱
۵	زندگی کی ترجیحات		۵۳
۶	داعی اور دعوت		۶۵
۷	دعوت: وعدے اور تقاضے		۷۵
۸	ہجرت و جہاد		۸۷
۹	ہمیشہ کی زندگی		۹۹
۱۰	دنیا: درس نصیحت		۱۱۵
۱۱	حقیقت دنیا		۱۲۷
۱۲	نسخۂ عمل		۱۳۷
۱۳	عہد فراموشی		۱۴۹
۱۴	غلبۂ دین		۱۶۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس بات پر دو رائے نہیں ہیں کہ امت مسلمہ کا احیا اور اس کی سربلندی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ یہ قرآن کی طرف رجوع کرے اور اسے زندگی کا لائحہ عمل بنائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ امت تک قرآن کا پیغام اسی طرح پہنچے جس طرح وہ ان تک پہنچا تھا جو اس کے اولین مخاطب تھے۔ یقیناً یہ کام ایک بہت بڑی کوشش اور جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔

محترم خرم مراد نے اپنی زندگی قرآن کا پیغام سمجھنے اور اسے عام کرنے میں صرف کی۔ ان کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ ایسے افراد تیار کیے جائیں جو اس پیغام کو لے کر آگے بڑھیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے دائرۃ التعلیم والتربیۃ کے اہتمام میں آٹھ روزہ قرآنی تربیت گاہ شروع کی تھی جس میں پورے ملک سے شائقین شرکت کرتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔

ان کی کوشش تھی کہ عامتہ الناس تک قرآن کا پیغام اس کی حقیقی اسپرٹ کے ساتھ اس طرح پہنچے کہ ان کا تزکیہ ہو' وہ دعوت و جہاد کا راستہ اختیار کریں' اللہ کے لیے جان و مال کی قربانی پیش کریں اور جنت کی منزل حاصل کر کے فوز عظیم سے ہمکنار ہوں۔

ہر پروگرام میں وہ ایک نصاب کے مطابق متعین موضوعات پر قرآن کے کچھ حصوں کی تعلیم و تدریس کرتے تھے تاکہ شرکا ان کے مفہوم و معانی کو اس طرح جذب کریں کہ دوسروں تک منتقل کر سکیں۔ وہ متعین حصے کا نمونے کا پندرہ منٹ کا درس خود دیتے تھے تاکہ یہ رہنمائی ہو کہ طویل درس دیے بغیر بھی' آسان دلنشیں پیرائے میں قرآن کے حقیقی پیغام کو عام مسلمان تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

ایسے کل چودہ درس ٹیپ پر محفوظ کر لیے گئے تھے۔ انھیں تحریر کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہمارے عزیز ساتھی جناب امجد عباسی نے ان کی تدوین کی ہے۔ ان دروس کے کیسٹ سمع وبصر سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

امید ہے کہ منشورات کی یہ مختصر کتاب دعوت اسلامی کے کارکنان کی ایک اہم ضرورت پورا کرے گی اور وہ اسے موثر طور پر اپنے کام میں لائیں گے۔

مسلم سجاد

Marfat.com

Marfat.com

١

سیدھا راستہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا
الضَّآلِّيْنَ ۝٦ (الفاتحه ۱:۱-۷)

Marfat.com

قرآن مجید پورے کا پورا اللہ کی طرف سے ہمیں زندگی کا صحیح راستہ بتانے کے لیے آیا ہے۔ اس کی پہلی ہی سورۃ' سورۃ الفاتحہ گویا قرآن مجید کا آغاز اور اس کا دیباچہ ہے۔ یہ سورۃ ہم ہر نماز میں ہر رکعت میں پڑھتے ہیں۔ سات چھوٹے چھوٹے بول ہیں' مختصر' دل میں اترنے والے اور زبان پر آسانی سے چڑھنے والے۔ یہ قرآن مجید کا آغاز اور دیباچہ ہی نہیں ہے بلکہ پورے قرآن مجید کی تعلیمات کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اس لیے اس سورۃ کا نام "اساس القرآن" بھی ہے۔ اسی بنا پر اسے "ام القرآن" بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے جو کچھ بھی تعلیمات اور احکامات دیے ہیں ان سب کا خلاصہ سات آیات کی اس چھوٹی سی سورۃ کے اندر موجود ہے۔ پیرایۂ بیان دعا کا ہے۔ دعا آسانی سے یاد ہو جاتی ہے' دل سے نکلتی ہے اور دل میں اترتی بھی ہے۔ دعا سے اس چیز کی پیاس' بھوک اور مانگ بھی پیدا ہوتی ہے جس کو آدمی بار بار زبان پر لاتا ہے۔ گویا یہ سورۃ اس بات کی تعلیم بھی ہے کہ اس میں جو کچھ مانگ رہے ہو' وہی زندگی کی سب سے بڑی طلب اور سب سے بڑی خواہش ہونی چاہیے' یعنی سیدھا راستہ۔ اس طرح سے یہ سورہ اس طلب اور خواہش کو پیدا کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔

پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو' جو قرآن مجید کی دعوت کی بنیاد ہے' بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الفاتحہ ۱:۱) تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام

Marfat.com

کائنات کا رب ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ' یعنی ساری تعریف اور سارا شکر صرف اللہ کے لیے ہے۔ "اَل" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی تعریف اور کوئی شکر اب اس کے دائرے سے باہر نہیں۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اگر سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی ساری تعلیمات کا خلاصہ ہے تو صرف یہ کلمہ پوری سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ ہے۔ اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ پوری میزان کو بھر دیتا ہے اور زمین و آسمان کے درمیان ہر چیز کو بھر دیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے اندر' ہمارے اندر' اور کائنات کے اندر جہاں کہیں بھی کوئی خوبی' حسن اور کوئی بھلائی ہے' اس سب کے لیے صرف اللہ کی ذات ہی تعریف اور شکر کی مستحق ہے۔ اس ایک کلمے سے ہر گمراہی اور شرک کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جب ہم اللہ کے علاوہ کسی کو تعریف اور شکر کا مستحق نہیں سمجھتے تو پھر دوسرا کوئی بندگی و عبادت اور تعظیم و اطاعت کا مستحق بھی نہیں ٹھہرتا۔

اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک کلمہ ہوتا تو یہ بھی اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے ساتھ ہمارے تعلق کو قائم کرنے کے لیے کافی تھا۔ پھر آگے اس کی تفصیل آتی ہے۔ ایک' اس کی ربوبیت۔ دوسرے' اس کی رحمت۔ اور تیسرے' اس کا عدل۔ فرمایا کہ وہ اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے' اور پالنے والا ہے۔ یہاں سارے جہانوں کے اندر پوری کائنات میں ہر قسم کی چیز اور زندگی شامل ہے۔ اس میں ہم بھی شامل ہیں۔

"رب" کے معنی وہ ذات ہے جو پرورش اور بقا کے لیے لحہ بہ لحہ جس چیز کی بھی ضرورت ہو فراہم کرے۔ دنیا میں جیسے ہی ہم آنکھ کھولتے ہیں' بغیر کسی معاشی جدوجہد کے ہماری روزی اور ہمارا رزق' ہمارے منہ کے پاس' ماں کے سینے میں موجود ہوتا ہے۔ یہی معاملہ دنیا کی ہر مخلوق کے ساتھ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پرورش فرماتا ہے۔ ہماری چند سال کی زندگی ہو یا کائنات کی اربوں سال کی زندگی' ہر چیز کی پرورش اور نشوونما ہر لمحے وہی

Marfat.com

کرتا ہے۔ اس لیے بھی وہ ساری تعریف اور سارے شکر کا مستحق ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱:۲) نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

"رحمٰن" کے معنی ہیں ایسی رحمت جو اپنی انتہا پر ہو۔ "رحیم" وہ ہے جو مسلسل اپنی رحمت کی بارش کر رہا ہو' اور لوگوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کر رہا ہو۔ دنیا میں بھی کر رہا ہو اور ہمیشہ کرتا رہے۔ اس لیے کہا گیا کہ وہ "رحمٰن" دنیا میں ہے' اس لیے کہ یہاں مخلوق کے گناہوں کے باوجود اس کی رحمت کا برتاؤ جاری رہتا ہے۔ یہ اس کی رحمت کی انتہا ہے۔ اور "رحیم" آخرت کے حوالے سے ہے جہاں اس کی ابدی رحمتیں ہوں گی۔ گویا اللہ کا معاملہ سراسر رحمت کا ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی قہار و جبار حاکم کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کا چہرہ اور اس کا جو رخ ہماری طرف ہے وہ ربوبیت کا' شفقت کا' اور رحمت کا رخ اور چہرہ ہے۔ دین کی بنیاد خوف نہیں ہے بلکہ شکر اور محبت ہے۔

شکر اور محبت سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ جب آدمی سمجھتا ہے کہ اللہ میرے ساتھ اتنی رحمت کا برتاؤ کر رہا ہے تو پھر یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ کہیں مجھ سے یہ رحمت چھن نہ جائے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کو سزا دیتا ہے تو باپ سے بیٹا ڈرتا ہے اور ماں سے بھی ڈرتا ہے۔ ویسا ہی خوف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی کا ذکر آگے آیا کہ وہ عدل کا بھی معاملہ کرے گا۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ (۱:۳) روز جزا کا مالک ہے۔

یہاں قیامت کے روز کے حوالے سے قاضی یا جج نہیں کہا گیا بلکہ مالک کہا گیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے گا معاملہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بنا پر دنیا میں انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اب اگر کوئی چیز اچھی ہے اور کوئی بری' تو یہ بات لازمی ہے کہ اچھائی اور برائی برابر نہیں

Marfat.com

ہو سکتی۔ کسی عادل اور رحیم بادشاہ کی حکومت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ظالم اور مظلوم ایک ہی صف میں کھڑے کر دیے جائیں۔ دونوں کے درمیان امتیاز ہونا چاہیے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک وفادار ہو اور دوسرا بغاوت کر رہا ہو' اور دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ ہو۔ قرآن کے الفاظ میں: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ○ (القلم ۶۸: ۳۵) "کیا ہم فرماں برداروں کا حال مجرموں کا سا کر دیں؟" یعنی کیا ہم جرم کرنے والوں کو ان کی طرح کر دیں جو ہماری اطاعت کرنے والے ہیں؟ چنانچہ اللہ کی ربوبیت اور اس کی رحمت کے بارے میں وہ سوال کرے گا کہ تم نے زندگی کس طرح بسر کی؟ اور رب کا شکر کس طرح ادا کیا؟ لہٰذا جو شکر گزار بندے ہیں ان کو اجر ملنا چاہیے اور جو کفران نعمت کرتے ہیں' ان کو سزا ملنی چاہیے۔ یہ يَوْمِ الدِّيْنَ کا خلاصہ ہے۔ وہ اس دن مالک بن کر بیٹھے گا اور رحمت کا برتاؤ کرے گا لیکن عدل کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا تعارف' معرفت الٰہی کا سبب' اور اس کے ساتھ ہمارا تعلق کیا اور کیسا ہو؟ ان تین چھوٹی چھوٹی آیات کے اندر وہ سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے جس کی تفصیل پورے قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد اگلی آیت میں ان صفات کی وجہ سے خالق' رب اور رحمٰن کے ساتھ ہمارا جو تعلق ہونا چاہیے' اسے بیان فرمایا گیا ہے۔ ایسی ہستی کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہیے؟ یہی کہ ہم اس کے غلام بن جائیں' اس کی بندگی اختیار کریں' اس کی اطاعت کریں' اس کے ساتھ محبت کریں اور اس کے کہنے پر چلیں۔ لہٰذا پہلے فرمایا:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ (۱: ۴) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

چونکہ ساری تعریف اور سارا ذکر اللہ کے لیے ہے' اس لیے اے اللہ! ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیری ہی غلامی اختیار کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ساری دنیا کا نظام اللہ چلاتا ہے' وہی پرورش کرتا ہے' ہر چیز وہ پہنچاتا ہے' اس لیے سارے

Marfat.com

اختیارات بھی اسی کے پاس ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ پیدا ہوتے ہی دودھ کی ایک بوند کے لیے اور زندگی کی ہر ضرورت کے لیے ہم اسی کے محتاج ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی دینے والا نہیں' نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے' نیز کوئی کسی کو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اس لیے فرمایا:

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۱:۴) اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس طرح سے اس آیت کے اندر دو جملوں میں بندے کا اور رب کا جو تعلق ہونا چاہیے' وہ بیان کیا گیا ہے۔ آگے چل کر قرآن مجید میں اس پر بہت تفصیل سے بات کی گئی ہے لیکن یہاں اسے مختصر الفاظ کے اندر بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی اپنے رب کا غلام بن جائے' اس کی بندگی اختیار کرے' اپنی بندگی کا اظہار محبت کے ساتھ کرے' کبھی جھکے' کبھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو' اور کبھی بھوکا پیاسا رہے اور کبھی جیب کھول کر اس کی راہ میں خرچ کرے۔ یہی بندگی اور عبادت ہے۔ جو ہر لحظہ یہ سمجھے کہ کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے' کسی کے پاس کچھ کرنے کی قدرت نہیں ہے' جو کچھ اختیار اور قدرت ہے صرف اس کے پاس ہے' صرف اسی پر بھروسہ ہونا چاہیے' اس کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا چاہیے' نہ مانگنا چاہیے اور نہ کسی کے آگے جھکنا چاہیے۔ یہی وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا مفہوم ہے۔

رب کی پہچان اور معرفت اور بندگی کا مفہوم جاننے کے بعد سب سے بڑی ضرورت اور سب سے بڑی حاجت یہ ہے کہ بندگی کا راستہ معلوم ہو کہ کیسے بندگی کریں؟ کیسے غلامی کریں؟ اور کس راہ کے اوپر چلیں؟ اس لیے کہ یہ زندگی تو ختم ہونے والی ہے اور يَوْمِ الدِّيْنِ آنے والا ہے۔ یہ زندگی جو ختم ہو جائے گی یہ ہمیشہ کی زندگی کیسے بن سکتی ہے؟ یہ نعمتیں جو یہاں پر ملی ہوئی ہیں جو موت کے ساتھ چھن جائیں گی' یہ ابدی نعمتوں میں کیسے تبدیل ہو سکتی ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو فوری طور پر ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگلی آیت میں جو سب سے بڑی آرزو' تمنا' خواہش' مانگ اور طلب ہونی چاہیے وہ

Marfat.com

بیان فرما دی:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱:۵) ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

"اِهْدِ" کے معنی دکھانے کے بھی ہیں اور چلانے کے بھی۔ یہاں پر دونوں معنی مراد ہیں۔ ہدایت کے معنوں میں یہ دونوں مفہوم شامل ہیں کہ راستہ دکھا بھی دیجیے اور راستے پر چلا بھی دیجیے۔ قدم قدم پر رہنمائی کیجیے۔ بتایئے کیسے چلیں؟ ہاتھ پکڑ کر چلایئے' گرنے لگیں تو اٹھا کر کھڑا کر دیجیے۔ راستے سے بھٹکنے لگیں تو بتایئے کہ صحیح راستے پر چلو۔ اس میں دراصل ہر لمحے جس طرح ربوبیت کے اندر زندگی کو قائم رکھنے کے لیے دستگیری ہے' اسی طرح ہدایت کے راستے پر چلنے کے لیے ہر قدم اور ہر لمحے ہاتھ سنبھال کر آگے بڑھانے اور چلانے کی دعا اور درخواست کی گئی ہے۔ دراصل یہ دعا بار بار اس لیے دہرائی جاتی ہے اور کی جاتی ہے کہ یہ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ بھوک پیاس کی ضرورتیں تو موت کے ساتھ ختم ہونے والی ہیں لیکن زندگی کا وہ راستہ جو عارضی زندگی کو ابدی زندگی میں بدل دے اور عارضی نعمتوں کو ابدی نعمتوں میں بدل دے' وہی زندگی کی سب سے بڑی خواہش اور آرزو بننا چاہیے۔ یہ سورۃ اسی بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

یہ سورۃ ایک مکالمہ ہے جو ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی اَلْحَمْدُ کا لفظ بولتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب وہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاہدہ ہو گیا۔ اب میں رب ہوں اور بندہ استعانت اور محتاجی فکر کا اعتراف کر رہا ہے' یہ جو مانگے گا وہ اس کو دیا جائے گا' یعنی سیدھا راستہ۔

Marfat.com

اگر آپ غور کریں تو اس میں صراط مستقیم کی طلب ہی نہیں ہے بلکہ صراط مستقیم بیان بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ وہ صراط مستقیم ہے جو اللہ کو اپنا رب' رحمٰن اور رحیم مانتا ہے اور اس کے عدل و انصاف کے لیے تیار کرتا ہے۔ نیز صرف اسی کی بندگی کرنی ہے اور صرف اسی سے مدد مانگنی ہے۔ گویا یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ صراط مستقیم کیا ہے۔

ان پہلی پانچ آیات کو اگر آپ غور سے پڑھیں ان میں پورا صراط مستقیم کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد اس صراط مستقیم کی مزید تعریف کی گئی ہے' اور تعریف کسی فلسفیانہ انداز اور منطقی دلائل سے نہیں کی گئی ہے جس کے لیے لمبی چوڑی کتابیں لکھنی پڑیں اور تقریریں کرنی پڑیں بلکہ دو چھوٹے جملوں کے اندر جس طرح ایک ماڈل یا نمونہ ہوتا ہے' اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ (۱ : ۶) ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

انعام میں ہر چیز شامل ہے۔ دنیا کی نعمتیں بھی شامل ہیں اور آخرت کی نعمتیں بھی۔ دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہدایت اور صراط مستقیم کی نعمت ہے۔ وہ نعمتیں بھی جو اس نے افراد پر کیں اور وہ نعمتیں بھی جو اس نے قوموں پر کیں' انعام میں شامل ہیں۔ چنانچہ یہ کہے بغیر کہ وہ کیسے لوگ ہوں گے' ان کی صفات کیسی ہوں گی' صراط مستقیم پر کیا کرنا پڑے گا' صرف نمونوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ ان نمونوں کا پورا بیان آپ کو قرآن مجید میں جگہ جگہ ملے گا کہ کون اللہ کو محبوب ہیں' کن پر وہ انعام کرتا ہے' کن کو جنت میں داخل کرتا ہے' کن کو دنیا کے اندر اوپر اور نیچے سے کھانے کو دیتا ہے۔ لیکن یہاں پر تو ایک لفظ' جن پر آپ نے "انعام" فرمایا' کہہ کر بات واضح کر دی یعنی بس ہم کو ان کا راستہ چاہیے۔ نمونے آپ کے سامنے موجود ہیں ان کے پیچھے چلنے کی توفیق دیجیے' نہ کہ

Marfat.com

ان کا جن پر آپ نے غضب کیا اور نہ ان کا جو بھٹک گئے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ○ (۱: ۷) جو معتوب نہیں ہوئے' جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

یہاں پر غلط راستے پر چلنے والوں کے بھی دو ماڈل ہمارے سامنے رکھ دیے گئے ہیں۔ ایک وہ جو جان بوجھ کر سرکشی کرتے ہیں' نافرمانی کرتے ہیں' اس پر تلے رہتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو اللہ کے غضب کے مستحق ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو غلط راستے پر بھٹک جاتے ہیں۔

پہلی قسم کے لوگوں کی مثال یہودی ہیں کہ جن سے کہا جاتا تھا کہ سنو اور اطاعت کرو تو وہ کہتے تھے سمعنا واعصینا ہم نے سنا اور نافرمانی کی' گویا کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور دعویٰ مسلمان ہونے کا ہے۔ یہ غضب کی علامت ہے۔ دوسری قسم کے لوگوں کی مثال ان کی ہے جو اللہ کی نافرمانی کی نیت سے برائی نہیں کرنا چاہتے لیکن عقائد میں' اعمال میں اور مختلف چیزوں کے اندر بھٹک گئے ہیں۔ ان کی مثال عیسائی ہیں جو بڑے نیک ہوتے ہیں' عبادت گزار ہوتے ہیں' دعوت کا کام کرتے ہیں' اخلاق بھی اچھے ہوتے ہیں' لیکن انھوں نے تین خدا بنا لیے ہیں۔ یہ ایک مثال ہے۔ آپ کو دنیا کے اندر بہت ساری دوسری مثالیں بھی مل جائیں گی۔ خود مسلمانوں کے اندر مل جائیں گی۔ لوگ نیکی کرتے ہیں مگر غلط راستے پر چلے جاتے ہیں۔ یہ دو ماڈل برائی کے سامنے رکھ دیے اور صراط مستقیم کی وضاحت بھی ہوگئی کہ آپ خود دیکھیے' خود غور کیجیے۔

یہ سات آیات ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بول ہیں جو آسانی سے زبان کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور یاد ہو جاتے ہیں۔ جب آپ ہر نماز میں ان کو پڑھتے ہیں' ہر رکعت کے اندر پڑھتے ہیں تو یہی چیز دل کی پکار بن جاتی ہے' دل کی صدا بن جاتی ہے اور خواہش بن جاتی ہے اور طلب پیدا ہوتی ہے۔ اگر آدمی اسے اچھی طرح سمجھ کر پڑھے' اس کو جذب کرے تو پورے قرآن مجید میں جو تعلیم دی گئی ہے اس کا خلاصہ اس کے اندر موجود ہے۔

Marfat.com

یہ "ام القرآن" ہے یعنی ماں یا جڑ ہے۔ گویا قرآن کا جو سرچشمہ ہے وہ سورۃ الفاتحہ ہے۔ یہ قرآن کی بنیاد ہے۔ اسے "اساس القرآن" بھی کہتے ہیں۔ ایک اور نام ہے اس کا "الکافیہ" یعنی جو ہر چیز کے لیے کافی ہے۔ ایک اور نام ہے "شافیہ" یعنی جو دل کے سارے امراض کا علاج کرنے والی ہے۔

الغرض جس نے یہ سمجھ لیا کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے' ربوبیت جتنی بھی ہے وہ اسَ کی دی ہوئی ہے' وہ بڑا رحمٰن اور رحیم ہے اور اس کے پاس جا کر ان ساری نعمتوں کا حساب دینا ہے جو اس نے عطا کی ہیں' اور اس کا راستہ یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کی جائے' صرف اسی کی غلامی اور اطاعت کی جائے اور اسی کے آگے اپنے آپ کو محتاج اور فقیر بنایا جائے' اس نے سیدھا راستہ پالیا۔

اس سیدھے راستے کی طلب ہمیشہ دل میں رہنا چاہیے۔ خدا سے یہ مانگنا چاہیے اور اس راستے پر چلنے کی کوشش بھی کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری دستگیری کرو گے تو اپنے راستے کھولوں گا' گناہ کرو گے تو معاف کر دوں گا' لوٹ کر آؤ گے تو توبہ قبول کروں گا۔ کہیں بھی وہ ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ حدیث کے مطابق وہ دعائیں قبول کرتا ہے اور اس کا قبولیت کا دعویٰ بھی ہے۔ سیدھا راستہ بھی واضح ہے' نمونے ہمارے سامنے موجود ہیں' خود قرآن مجید نے بیان کیے ہیں۔ وہ لوگ بھی' اشخاص بھی' قومیں بھی جن پر اس نے انعام فرمایا اور وہ جو کہ اس کے غضب کے مستحق ٹھہرے اور وہ جو بھٹک گئے۔ ہر طرح کے نمونے موجود ہیں۔ ان نمونوں کو سامنے رکھ کر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ کیسا بننا چاہیے اور کیسا نہیں بننا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

Marfat.com

Marfat.com

۲

راہ بندگی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا
رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ السجدة
وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ
اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ
هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا
شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (الحج ۲۲: ۷۷-۷۸)

Marfat.com

ہم مومن بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ مومن ہونا اور مسلمان ہونا اس طرح نہیں ہے کہ جیسے کوئی آدمی چینی یا جاپانی یا گورا یا کالا ہوتا ہے کہ جیسا بھی ہو وہ چینی اور جاپانی ہی رہتا ہے یا کالا اور گورا ہی رہتا ہے۔ بلکہ مومن اور مسلم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اندر اللہ پر ایمان بھی ہونا چاہیے۔ مسلمان کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہم نے اللہ کی غلامی اختیار کرلی۔ اللہ نے ہمیں اپنا ملازم بنالیا اور ہمیں غلامی اور ملازمت کے فرائض انجام دینے ہیں۔

اللہ کی غلامی' اللہ کی ملازمت' اور اللہ پر ایمان کیسا ہونا چاہیے؟ یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس نے ہمیں ملازمت پر رکھا ہے اور جس کے ہم غلام بنے ہیں۔ یہی وہ موضوع ہے جس پر سورہ الحج کی آیات (۷۷-۷۸) میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الحج ۲۲: ۷۷) اے لوگو' جو ایمان لائے ہو' رکوع اور سجدہ کرو' اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو' اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

اس میں ہمارے آقا نے ہم سے چار باتیں کہی ہیں۔

پہلی بات رکوع و سجدہ سے متعلق ہے۔ رکوع کے معنی ہیں خدا کے آگے جھک جانا' اور سجدے کے معنی نماز میں پیشانی اللہ کے آگے ٹیک دینا۔ مطلب یہ کہ ہم اللہ کے

Marfat.com

آگے جھک جائیں' اس کے آگے پیشانی ٹیک دیں اور نماز پڑھیں۔ لیکن اللہ کے آگے جھکنا' اللہ کے آگے پیشانی ٹیکنا صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ہم نماز کے اندر اپنے جسم کو جھکا دیں اور اپنی پیشانی کو زمین پر ٹیک دیں بلکہ اس کے معنی تو کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ معنی یہ ہیں کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اپنی گردن جھکا دی یا کسی کے آگے جھک گئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اس کا کہنا ماننا قبول کر لیا' اس کے آگے اپنے آپ کو جھکا دیا' اس کی مرضی کو اور اس کے قانون کو تسلیم کر لیا اور اس پر چلنے کا ارادہ کر لیا۔ رکوع کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سجدے کے معنی ہیں کہ ہم اپنے آپ کو بالکل اس کے سپرد کر دیں' اس کے قدموں پر جا کر اپنے آپ کو ڈال دیں۔ گویا رکوع اور سجدے کے معنی نماز پڑھنے یعنی رکوع اور سجدہ کرنے کے بھی ہیں' اور یہ بھی کہ ہم اللہ کے آگے جھک جائیں اور اپنے آپ کو اس کے آگے ڈال دیں۔ ہمارا عمل بھی اس کے قانون کے مطابق ہو' اور ہمارا دل بھی اسی کے آگے بچھ کر اسی کے لیے ہو جائے۔

پھر اس نے فرمایا کہ اپنے رب کی بندگی کرو۔ وہ ہمارا رب ہے اور ہماری پرورش کرتا ہے۔ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ ہر چیز اسی نے ہمیں دی ہے۔ لہٰذا اس کا فطری تقاضا ہے کہ اس کی غلامی اختیار کی جائے' اسی کی پوجا کی جائے اور سب سے بڑھ کر اسی سے محبت کی جائے' نیز اسی کا حکم مانا جائے۔ جب رب کے ساتھ جھکنے اور بچھنے اور بندگی کا یہ تعلق قائم ہو جاتا ہے تو پھر بھلائی اور نیکی کے کام جو اس کو پسند ہیں ان کو بندہ محبوب رکھتا ہے' ان کو تلاش کرتا ہے اور ان کو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

بھلائی اور نیکی کیا ہے؟ ہر وہ کام جو اللہ کو پسند ہو بھلائی اور نیکی ہے۔ سجدہ اور رکوع بھی بھلائی کا کام ہے۔ لیکن اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھائی اور نیکی سے پیش آنا' اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا' راستے سے پتھر اور تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا' یہ بھی نیکی ہے۔ اسی طرح بہت ساری دوسری نیکیاں ہیں جن سے زندگی میں واسطہ پڑتا ہے اور جن کو اختیار

۱۹۱۳۶۹

Marfat.com

کرنا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا کہ نیکی اور بھلائی کے کام کرو اور یہی وہ راستہ ہے جو فلاح اور کامیابی کا راستہ ہے۔ زندگی میں کامیابی تو سب چاہتے ہیں۔ مگر کامیابی کا راستہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے آگے جھکیں' اللہ کے آگے بچھ جائیں اور اسی کے بن جائیں۔ اسی کی ملازمت اور غلامی اختیار کرلیں اور بھلائی کے کاموں کو جتنا بھی زیادہ کرسکتے ہوں کریں۔

صرف بات اتنی ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے آگے بھی فرماتا ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط (۷۸:۲۲) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

جہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا' پوری کوشش کرنا' محنت کرنا' اور اس محنت میں لگے رہنا۔ یہاں فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم اللہ کی بندگی کریں گے تو ہمیں اپنے آپ سے بھی لڑنا پڑے گا' اردگرد چاروں طرف جو دنیا ہے اس سے بھی لڑنا پڑے گا' اور اس کے لیے کوشش اور محنت بھی کرنا پڑے گی۔ یہ دراصل جہاد ہے۔ اس راہ میں جو لوگ اللہ کے راستے پر نہیں چلتے ان سے بھی لڑنا پڑے گا۔ پھر یہ بھی ہو گا کہ اللہ کی راہ میں ہمیں اپنا مال اور جان دے کر اس کے دین کو' اس کی مرضی کو' اس کی ملازمت اور بندگی کا جو قانون اور طریقہ ہے' اس کو غالب کرنے کے لیے بھی کوشش کرنی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی چیز وفاداری ہے۔ ہر آقا سب سے بڑھ کر وفاداری ہی دیکھتا ہے۔ لہٰذا آقا نے جو کچھ بھی ہمیں ہدایت دی ہے اس پر خود چلنا' اس کے بندے بن جانا' اس ہدایت کو دنیا کے اندر غالب کرنا' اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا' یہ دراصل وہ طریقہ ہے جو ایک مومن اور مسلمان کا طریقہ ہے۔ اس لیے بندے کا کام ہی یہ ہے کہ وہ وفادار ہو' بندگی کی راہ میں کوشش کرے اور جہاد کرے۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ اس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے۔

Marfat.com

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ کام کیوں کریں؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اس نے تم کو اسی کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ منتخب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جیسے کوئی آقا کہے کہ میں نے تمھیں صرف اس کام کے لیے ملازم رکھا ہے۔ دنیا کے اندر بہت سی اقوام ہیں' بہت سارے کام ہیں لیکن اللہ نے ہمیں اپنی کتاب دی ہے اور ہمارے پاس اس نے اپنا رسول بھیجا ہے۔ اس لحاظ سے مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے کام کے لیے رکھ لیا ہے' اور جس کام کے لیے ملازم کو رکھا جائے وہ کام اس کو کرنا چاہیے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تمھیں اسی کام کے لیے مومن اور مسلمان بنایا اور ملازم رکھا ہے۔

پھر دوسری بات فرمائی:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط (۲۲: ۷۸) اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

دین آسان ہے۔ یعنی جس دین کو ہم نے تمھیں دیا ہے' جس دین پر چل کر تم ہماری بندگی کر سکتے ہو' وہ بھی ایسا دین ہے جس میں تمھاری ہر مشکل کا' ہر مسئلے کا' ہر تنگی کا حل ہے۔ گویا ہمارے پاس ایسا دین ہے جس پر چل کر ہماری زندگی بھی آسان ہو سکتی ہے اور سارے انسانوں کی زندگی بھی آسان ہو سکتی ہے۔ جس طرح ڈاکٹر کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اس کے پاس نسخہ ہو اور کوئی بیمار ہو تو وہ جا کر اس کو دوا پہنچائے' علاج کرے' اسی طرح ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ ہم اس دین کو غالب کرنے کے لیے' اس کو دنیا میں چلانے کے لیے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی غلامی میں لانے کے لیے جہاد اور پوری جدوجہد کریں۔

تیسری بات یہ کہی ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط (۲۲:۷۸) قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر۔

یعنی اللہ نے تمھیں اس ملت پر قائم کیا ہے جو تمھارے باپ ابراہیم کی ملت ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ ان کے تو باپ تھے ہی جو قرآن کو سن رہے تھے اور نسلی طور پر قریش اور مکہ کے کافروں اور یہودیوں کے بھی باپ ہیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کے سارے مذاہب کے پیروکار خواہ عیسائی اور یہودی ہوں یا مسلمان' سب اپنا امام مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتنا عظیم الشان سلسلہ ہے جس کے ساتھ اس نے تمھاری نسبت قائم کر دی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی ملت سے اور حضرت ابراہیمؑ کے طریقہ سے۔

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ کیا ہے؟ انھوں نے اللہ کے آگے جھک کر اسی کی طرف رخ کر لیا۔ باپ کو چھوڑا' گھر سے نکلے' آگ میں ڈالے گئے' ہر جگہ گھومتے رہے لیکن اللہ کی بندگی پر' صرف ایک اللہ کی بندگی پر قائم رہے۔ جب اللہ نے بیٹا دیا تو بیٹے کے گلے پر چھری بھی رکھ دی۔ یہ جہاد کے حق کا ایک نمونہ ہے جو اللہ نے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (۲۲:۷۸) اللہ نے پہلے بھی تمھارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمھارا یہی نام ہے)۔

چوتھی بات یہ کہ تمھارا نام مسلمان رکھا ہے یعنی چینی یا جاپانی اس طرح کا نام نہیں رکھا بلکہ مسلمان رکھا ہے۔ تم ہمارے ملازم اور غلام ہو۔ تم نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے۔ ملازم اور غلام کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا کا حکم بجا لائے' اس کی بندگی کرے اور اس کا وفادار رہے۔ اپنی جان اور مال کو اس کی راہ میں کھپائے اور ضرورت پڑے تو اپنی جان بھی قربان کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کہتا ہے کہ اس کی راہ میں جہاد کرو' جس طرح سے جہاد کرنے کا حق ہے۔

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ (۲۲:۷۸) تاکہ رسولؐ تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔

Marfat.com

جہاد کا مقصد واضح کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی تمام تر جدوجہد' سعی اور جہاد کا مقصد حق کی شہادت دینا رہا ہے۔ جس طرح اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے لوگوں کے سامنے حق کی گواہی دی' اسی طرح سارے انسانوں کے سامنے اب تمھیں گواہی دینا ہے۔ جس طرح رسولؐ تمھارے اوپر گواہ بنا' اسی طرح تمھیں دنیا پر گواہ بننا ہے۔ لہٰذا بہ حیثیت مسلمان ہم جو بات کہیں وہ اللہ کے دین کے مطابق ہو اور جو کام کریں وہ اللہ کے دین کے مطابق ہونا چاہیے۔ کوئی شخص خواہ کوئی کتاب پڑھے یا نہ پڑھے' کوئی تقریر سنے یا نہ سنے مگر وہ دیکھ کر ہی پہچان لے کہ یہ کام اللہ کے دین کے مطابق ہے۔ یہی اللہ کے دین پر گواہی ہے۔ اسی کو ہم قول اور عمل کی گواہی کہتے ہیں۔ یہی جہاد کا مقصد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتاب دی ہے' مسلمان بنایا ہے اور ہمیں ملازم رکھا ہے۔

اب آپ کے ذہن میں یہ سوال بھی پیدا ہو گا کہ اس کام کو کرنے کے لیے آپ کو کن چیزوں کی ضرورت ہو گی؟ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرمایا:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (۲۲:۷۸) پس نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو' اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمھارا مولیٰ' بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔

یہاں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی یہ کہ نماز قائم کرو۔ یعنی نماز اس طرح سے پڑھو جس طرح سے پڑھنے کا حق ہے۔ اللہ کی طرف توجہ کے ساتھ' جماعت کے ساتھ مساجد بنا کر اور امام بنا کر۔ نماز کو محلوں میں بھی قائم کرو اور اگر حکومت میں آجاؤ تو اس وقت بھی نماز قائم کرو۔ اس لیے کہ نماز اللہ اور بندے کے درمیان ایک تعلق کا نام ہے۔

دوسری یہ کہ زکوٰۃ دو اس لیے کہ تمھارا مال بھی اللہ کا ہے۔ اس میں سے اللہ کا حق

Marfat.com

نکالو اور اللہ کے بندوں کو دو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم مل جل کر ایک جماعت بن جاؤ' ایک امت بن جاؤ' اور یہ امت اللہ کی بندگی اور اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کی بنیاد پر قائم ہو۔ نماز اور زکوٰۃ انھی دو پہلوؤں کی تعلیم دیتے ہیں۔

تیسری یہ کہ اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے دین پر چلو' اللہ کے دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔ اللہ ہی پر بھروسا کرو' اسی سے مدد مانگو اور ہر کام اسی کے لیے کرو۔ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو جوڑ لو کہ اللہ سے بہتر کوئی آقا نہیں۔ وہی تمھارا آقا اور صاحب ہے۔ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار!

کوئی بھلائی کرنا ہو' جہاد کرنا ہو' کسی مسلمان اور مومن کا حق پورا کرنا ہو' یہ سب کام اللہ کی مدد سے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اسی کو اگر تم پکڑ لو گے' اسی کے راستے پر چلو گے' اسی کی کتاب کو اپنا رہنما بناؤ گے' اور اس پر بھروسا رکھو گے تو ہر جگہ وہ تمھاری مدد کرے گا' ہر جگہ تمھارا ہاتھ تھامے گا اور اپنی راہیں کھولتا چلا جائے گا۔ اس کی راہ میں کوشش کرو گے تو اس کا وعدہ ہے کہ تمھارے لیے راہیں کھول دے گا۔ راستے کی رکاوٹیں بھی دور ہو جائیں گی اور جو کام مشکل لگتا ہے وہ آسان لگنے لگے گا۔ یہ اس کا اپنے ان بندوں سے وعدہ ہے جو اس پر بھروسا کر کے چلتے ہیں۔

ان دو آیات میں وہ سب کچھ بتا دیا گیا ہے جو مسلمان اور مومن ہونے کا تقاضا ہے۔

اس وقت دنیا میں اگر ہم ذلیل ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ جب کوئی ملازم اپنے آقا کا کام نہیں کرتا تو آقا اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور پھر اس کے اوپر اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ ہم سے ناراض ہے اس لیے اگرچہ تیل کے چشمے بھی ہمارے پاس ہیں' حکومتیں بھی ہیں' دنیا میں ہماری تعداد ایک ارب سے بھی زیادہ ہے مگر کوئی کامیابی نہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے وہ ہم نہیں کرتے۔

دراصل قرآن کی ان دو آیات میں اللہ نے ہمارے لیے عمل کا راستہ بھی بتا دیا ہے

Marfat.com

اور ترقی کا نسخہ بھی' نیز یہ بھی کہ اگر ہم دنیا کے اندر ترقی نہیں کر رہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔ اب اس کی روشنی میں ہمیں سوچنا چاہیے' اپنا جائزہ لینا چاہیے اور اس کے نتیجے میں اپنے عمل کو ٹھیک کرنا اور اللہ کی بندگی کرنا چاہیے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرنا چاہیے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کے دین کے لیے اپنا مال بھی لگانا چاہیے اور اپنی جان بھی لڑانا چاہیے تاکہ اس کا دین دنیا کے اندر غالب ہو اور ہم اپنا بندگی کا حق اور فریضہ شہادت حق ادا کر سکیں اور اللہ کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

۳

اللہ پر ایمان

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ
اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ
تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ
جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۝ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ
۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ
بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ○ (النمل ۲۷:۵۹-۶۴)

Marfat.com

قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ اگر ہم ایک جملے کے اندر بیان کرنا چاہیں تو وہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔

اللہ ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔ وہ غائب ہے۔ اسی لیے ایمان بالغیب کے بغیر قرآن مجید سے ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ گو اللہ تعالیٰ ہماری نظروں کے سامنے نہیں لیکن دنیا کے اندر جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اس کے ارادے سے' اس کی مشیت سے' اس کے حکم سے اور اسی کے فیصلے سے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دنیا کے اندر جہاں جو کچھ بھی خوبی اور بھلائی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر آدمی آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف دیکھے' خود اپنے اندر جھانک کر دیکھے' اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو نہیں دیکھ سکتا لیکن اس کی قدرت اور اس کی نعمتیں اس کی نظروں کے سامنے آجاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود کو غیب کے پردے کے اندر چھپا کر رکھا ہے لیکن اپنی رحمت و ربوبیت اور اپنے اختیار کی صفات کو اس نے دنیا کے اندر کونے کونے میں پھیلا دیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں اس نے ایمان کی دعوت دی ہے وہاں آسمان و زمین کے اندر جو بے شمار نشانیاں اور آیات ہیں جن سے آدمی اللہ تک پہنچ سکتا ہے' ان کو بھی نگاہوں کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

اس کی اسی تعلیم کا ایک حصہ سورہ النمل کی ان چند آیات (۵۹-۶۴) پر مشتمل ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا اور جن سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ اللہ کی نعمتیں اور

Marfat.com

اس کی ہدایت کس طرح دنیا کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔ فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط اٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(النمل ۲۷:۵۹) کہیے کہ ساری حمد صرف اللہ کے لیے ہے اور سلامتی ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے منتخب فرمایا۔ اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنھیں یہ لوگ اس کا شریک بنا رہے ہیں؟

الحمدللّٰہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے قرآن مجید شروع ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ کائنات کی ساری میزان اس سے بھر سکتی ہے۔ فرمایا کہ آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے' الحمدللہ اور سبحان اللہ' یہ دو کلمات اس سے افضل ہیں۔ اگر غور کریں تو توحید اور ایمان کی ساری دعوت ان ہی دو الفاظ کے اندر پوشیدہ ہے۔ اگر ایک دفعہ آدمی یقین کر لے کہ دنیا کے اندر جو کچھ ہے' جو خوبی' تعریف اور بھلائی ہے' جو کچھ پیش آ رہا ہے اس کے لیے صرف ایک ہی ذات شکر کی سزاوار اور مستحق ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے' تو یہ یقین سارے شرک اور ساری گمراہی کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ سائنس' ٹیکنالوجی' بت' سورج' چاند یا انسان کسی کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ صرف اللہ ہی ہے جس کے کرنے سے سب کچھ ہوتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تک پہنچنے کے راستے کی نشان دہی کی گئی ہے کہ اس تک پہنچنے کا راستہ وہ ہے جو اس کے ان بندوں نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ ان کے اوپر سلامتی ہو کہ انھوں نے اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہم کو بتایا۔ انھوں نے حقیقت تک ہی نہیں پہنچایا بلکہ بتایا کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کائنات کو چلانے میں کوئی شریک نہیں۔ اس لیے حمد کا مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا: اٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۲۷:۵۹) "کیا اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جن کو یہ لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے

Marfat.com

ہیں؟"

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کائنات کے حوالے سے انسان کی زندگی کے مختلف پہلو ایک ایک کر کے ہمارے سامنے واضح کیے ہیں۔ پہلے پوری کائنات کا ذکر کر کے چند سوالات غور و فکر کے لیے اٹھائے گئے ہیں:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ (۲۷:۶۰) بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کس نے تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ ہم نے یہ طرح طرح کے رونق والے باغ اگائے۔ یہ تمھارا کام نہ تھا کہ تم ان درختوں کو اگاتے۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے (جو ان کاموں کے لیے حمد کا تعریف کا بندگی کا اور ایمان کا مستحق ہو) نہیں' بلکہ یہ لوگ وہ ہیں جو راہ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔

پوری دنیا ہمارے سامنے ہے۔ کون ہے جس کے بارے میں انسان کہہ سکتا ہے کہ اس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں۔ آسمان میں اربوں گیلن پانی تیرتا رہتا ہے۔ اگر اللہ بارش کی صورت میں نہ برسائے تو کوئی نہیں برسا سکتا۔ اسی لیئے فرمایا کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا؟ زمین کے اندر لوگ بیج ڈالتے ہیں۔ بعض کھیتیاں اگتی ہیں' بعض نہیں اگتیں۔ تو کون ہے جو کھیتیاں' فصلیں اور درخت اگاتا ہے؟ دل گواہی دیتا ہے کہ اللہ! آسمان اور زمین کا نظام' پوری کائنات کا انتظام و انصرام اور رزق کا نظام یقیناً اللہ ہی کا ہے۔ اگرچہ وہ نظر نہیں آتا لیکن دنیا کے اندر کوئی اور ایسی ہستی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ وہ یہ کام کر سکتی ہے۔ لہٰذا اللہ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے۔ پوری دنیا کی تخلیق' آسمان سے پانی کا اترنا' زمین سے کھیتی کا اگنا' یہ سب اسی بات پر گواہ ہیں۔

Marfat.com

وسیع کائنات کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ نے اس زمین کی طرف توجہ دلائی جو اربوں ستاروں کے اندر ریگستان کے ایک ذرے کی مانند ہے کہ کس طرح سے اس نے اسے انسان کے لیے رہنے کا گھر بنایا ہے۔ فرمایا:

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۲۷:۶۱)' بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو زندگی بسر کرنے کے لائق بنایا اور جس نے اس کے درمیان نہریں بہا دیں اور جس نے اس کو اپنی جگہ پر ٹھہرانے کے لیے اس کے اوپر (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور جس نے کہ دو دریاؤں کے درمیان پردہ ڈال دیا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ کوئی نہیں' بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔

انسانی زندگی کی بقاو دوام اور ضروریات کو پورا کرنے کا ایک نظام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کا درجہ حرارت' اس کی آب و ہوا غرض اس کی ایک ایک چیز کو اس طرح بنایا ہے کہ یہاں انسانی زندگی ممکن ہو سکے۔ انسان اب تک کروڑوں سیاروں کو دیکھ چکا ہے لیکن کوئی سیارہ اس کو ایسا نظر نہیں آیا جہاں انسانی زندگی باقی رہ سکے۔ درجہ حرارت میں معمولی سا فرق بھی پڑ جائے تو ساری انسانیت ختم ہو جائے۔ اس لیے یہ سوالات قابل غور ہیں کہ زمین کو کس نے ایسا بنایا کہ جہاں پر تم زندگی بسر کر سکو؟ آسمان سے جو پانی برستا ہے اس کو زمین کے چپے چپے تک پہنچانے کے لیے کس نے اس کے سینے میں نہریں بہا دیں؟ اور کس نے پہاڑوں کے ذریعے زمین کو سکون بخشا؟ جدید سائنس بتاتی ہے کہ زمین لرزتی رہتی تھی اور پھر ایک بڑا زلزلہ آیا جس سے کوہ ہمالیہ اور دوسرے پہاڑ بنے۔ اس کے بعد زمین ساکن ہو گئی اور ایک وقت پھر آئے گا جب یہ زمین لرزنے لگے گی۔ زمین کو یہ سکون کس نے عطا کیا؟ کس نے میٹھا اور کھارا پانی بنایا ہے جو زمین کے اندر بھی بہتا

Marfat.com

ہے اور سطح کے اوپر بھی بہتا ہے؟ ان دونوں کو الگ کس نے کیا تاکہ یہ دونوں آپس میں مل نہ سکیں؟ یہ سارا انتظام جو تمھاری زندگی بسر کرنے کے لیے ہے' کس نے کیا؟ یقیناً یہ سب سوائے اللہ کے کسی نے نہیں کیا۔ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ' کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ہے جس کے بارے میں کہہ سکو کہ اس نے یہ کام کیے ہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ' لیکن ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

اس کے بعد اپنی ذات پر غور کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (۶۲:۲۷) بھلا کون ہے جو پہنچتا ہے بے کس کی فریاد کو جب وہ اس کو پکارتا ہے اور جو اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے۔ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

انسان جب ہر طرف سے عاجز آجاتا ہے' دعائیں کام نہیں کرتیں' تدبیریں کام نہیں آتیں' مادی وسائل کام نہیں آتے تو اس کے اپنے دل سے پکار اٹھتی ہے کہ کوئی ایسی نادیدہ ہستی ضرور ہے جس کو میں پکاروں تو وہ میری مدد کرے۔ وہ تعویذ کرتا ہے' قبروں پر جاتا ہے' فقیروں کے پاس جاتا ہے لیکن وہ یہ جانتا ہے کہ کوئی ایسا وسیلہ موجود ہے جو سارے مادی وسائل کے اوپر حاوی ہو کر اس کی مراد پوری کر سکتا ہے۔ یہ غیب کی طرح چھپی ہوئی اس ہستی کی طرف اس کے اندر کی گواہی ہے جو اللہ کے نام سے موجود ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ کون ہے جس کو تم پکارتے ہو اور پھر بھول جاتے ہو؟ جب مصیبت آتی ہے تو پھر اسے پکارتے ہو اور پھر بھول جاتے ہو۔

انسان کی حیثیت و اختیار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو قوموں کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے؟ قوموں کی زندگی میں انقلاب اور تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ کبھی آسمان سے

Marfat.com

پانی برستا ہے اور فصل اچھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں برستا تو فصلیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً آفات سماوی و ارضی کا انسان کو سامنا رہتا ہے۔ درحقیقت سب کے پیچھے صرف اللہ کی ہستی کارفرما ہے۔ گو کہ اللہ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے اور اسے یہاں حکومت دی ہے لیکن اس اختیار کے باوجود انسان اس کے آگے بے بس ہے۔ نہ زمین پر اس کا اختیار ہے' نہ فصلوں اور آب و ہوا پر اور نہ ہی کسی اور چیز کے اوپر۔ یہ بات غور طلب ہے۔ اسی طرح تاریخ میں جو تبدیلیاں آتی ہیں ان سے بھی انسان سبق حاصل نہیں کرتا۔ کسی قوم پر جو حالات گزر چکے ہوں اسے بھی وہ فراموش کر دیتا ہے۔ بہت کم ہے جو لوگ یاد رکھتے ہیں۔ ان تمام حوالوں کا تذکرہ کرکے آخر میں یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی اور ہستی ہے جو یہ سب کچھ کرتی ہے!

یہاں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی کائنات کی تخلیق' زمین اور انسان کی اپنی زندگی' اور اس کے ساتھ ساتھ تاریخ اور تاریخ کا سبق کہ ان سب کو انسان فراموش کر دیتا ہے' ان میں سے ہر چیز ایک ہی طرف اشارہ کر رہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے جو کہ حمد کا مستحق ہو۔

پھر فرمایا کہ اس زمین کے اندر زندگی بسر کرنے کے جو راستے اور طریقے ہیں وہ کس نے بنائے ہیں:

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (۲۷: ۶۳) اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے؟ اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

Marfat.com

رات کے وقت سمندر میں تاریکی ہوتی ہے مگر اس میں جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں۔ اسی طرح رات کے اندھیرے میں انسان جنگلوں اور بیابانوں کے اندر سفر کرتا ہے اور اپنا راستہ تلاش کر لیتا ہے۔ ایسا کیسے ممکن ہو گیا؟ اس لیے کہ اللہ نے ستاروں کو آسمان میں ٹانک دیا ہے جن سے انسان راستہ تلاش کر سکتا ہے۔ اس نے زمین پر پہاڑیاں اور ٹیلے بہ طور نشانیاں ایسے لگا دی ہیں کہ آدمی اگر دن میں سفر کرے تو اسے راستہ مل سکتا ہے۔ آپ کسی ایسی زمین کا تصور کیجیے کہ جس پر کوئی اونچ نیچ نہ ہو' کوئی پہاڑی نہ ہو' کوئی درخت نہ ہو' بالکل ہموار اور یکساں ہو تو ایسی زمین پر انسان کدھر جائے گا؟ وہ راستہ کیسے معلوم کر سکے گا؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو راستہ بتانے کے لیے آسمان میں ستارے کس نے ٹانکے ہیں اور زمین میں نشانیاں کس نے مقرر کی ہیں؟ کون ہے جو بارش آنے سے پہلے وہ ہوائیں بھیج دیتا ہے جو خوشخبری لے کر آتی ہیں کہ بارش آنے والی اور برسنے والی ہے اور فصلیں اگنے والی ہیں؟ یقیناً اللہ! اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ حقیقت ہے تو پھر اللہ کے ساتھ تم جن کو شریک کرتے ہو' وہ ان سب سے اتنا بلند اور بڑا ہے کہ کوئی بھی اس کے ساتھ ان کاموں کے اندر شریک نہیں ہے۔

آخر میں فرمایا:

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (۲۷:۶۴) اور وہ بھلا کون ہے کہ جو تخلیق کو شروع کرتا ہے اور پھر اس کے بعد اس کو دہراتا ہے اور جو کہ تم کو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے۔ کہو کہ تم اپنی دلیل لے کر آؤ اگر تم سچے ہو۔

تخلیق کی ابتدا خواہ وہ کسی چیز کی بھی ہو بالکل ایک نامعلوم شے سے ہوتی ہے۔ انسان کی تخلیق کی ابتدا ایک ایسے خلئے اور سیل سے ہوتی ہے جس کو آدمی اپنی آنکھ سے

Marfat.com

نہیں دیکھ سکتا۔ درخت کی تخلیق چھوٹے سے بیج سے ہوتی ہے جو پروان چڑھتا ہے اور عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ خزاں کا موسم آتا ہے تو پتے اور بیج جھڑ جاتے ہیں اور زمین میں مل جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ اسی زمین سے بیج اگتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ جو تخلیق بار بار ہو رہی ہے یہ کسی کارخانے کا کام نہیں ہے کہ ایک ہی سائز کا اور ایک ہی شکل کا مال بن بن کر نکل رہا ہو۔ نہیں' بلکہ یہ تخلیق کا عمل (کسی شے کا نئے سرے سے بننے کا عمل) ہے۔ پھر چیز مٹتی ہے اور پھر دوبارہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ کون ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ بتاؤ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور شریک ہے؟ آسمان و زمین سے تمھارے رزق کا یہ سارا انتظام کہ ہر طرح کا رزق' مادی رزق بھی' روحانی رزق بھی' پانی بھی' فصلیں بھی' کھیتیاں بھی' سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں بھی' علم بھی اور سائنسی علوم بھی' یہ سارے رزق کون پیدا کر رہا ہے اور دے رہا ہے؟ دراصل رزق میں ہر چیز شامل ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع لفظ ہے۔ عربی زبان میں یہ صرف کھانے پینے کے لیے نہیں بولا جاتا ہے' بلکہ اس میں دنیاوی' روحانی اور اخلاقی ساری نعمتیں آجاتی ہیں۔ بھلا کون ہے جو آسمان اور زمین سے یہ سب تمھیں عطا کرتا ہے؟ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ' کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے!

یہ آیات جن کی میں نے آپ کے سامنے تشریح کی ہے اگرچہ مختصر آیات ہیں لیکن اگر آپ غور کریں تو ان میں توحید کا پورا سبق موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے تو نظر نہیں آئے گا لیکن اس کی ربوبیت' اس کی قدرت' اس کا اختیار اور اس کی بخشی ہوئی نعمتیں یہ سب یاد دلاتی ہیں کہ صرف وہی اکیلا شکر کا' حمد کا اور تعریف کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اس کا مستحق نہیں ہے۔ اس کے بعد آدمی یہ سوچ نہیں سکتا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور پر ایمان لائے' کسی اور کی بندگی کرے' کسی اور کا شکر ادا کرے' کسی اور کو اس کائنات میں اختیار کا مالک سمجھے یا کسی اور کو نفع و نقصان پہنچانے والا سمجھے۔ یہ تو صرف اسی کی ذات ہے۔

Marfat.com

الْحَمْدُلِلّٰہِ، جیسا میں نے شروع میں کہا تھا کہ یہ تو دراصل توحید کا سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان صرف زبان سے ادا کر دینے سے نہیں ہوتا۔ وہ تو ہماری نظروں کے سامنے بھی نہیں آ سکتا۔ لیکن اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، ہر وقت ہر چیز اس کی یاد دلا رہی ہے۔ اگر ہم اس پر غور کریں، اس میں اسی کا جلوہ دیکھیں، اسی کی قدرت کو دیکھیں اور اپنے ساتھ اس کا ربوبیت اور رحمت کا برتاؤ دیکھیں تو یہ وہ طریقہ ہے جس سے ہم اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، ہر وقت اللہ کو یاد کر سکتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ (ال عمران ۳: ۱۹۰-۱۹۱) زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے، اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔

اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے آدمی تسبیح نہیں پڑھتا بلکہ جو چیز بھی اس کو پیش آتی ہے، اس کے جسم میں ہے یا جسم سے باہر، آسمان میں ہے یا زمین میں۔ ہر جگہ وہ اللہ کی قدرت اور اس کی صفات کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ اس پر اس کی حمد بیان کرتا اور شکر ادا کرتا ہے: سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم!

اگر ہم بھی اسی طریقے سے زندگی بسر کریں تو رات دن، صبح و شام، غرض ہر چیز میں ہم اللہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور اس کی یاد تازہ کر سکتے ہیں۔ یوں ہر وقت ہماری زبان پر اللہ کی حمد اور شکر کا نغمہ جاری ہو سکتا ہے۔

اللہ مجھے اور آپ کو اسی راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

٤

آخرت کی زندگی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ
فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ
فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ
رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ
خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝
اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِىْ جَنَّةٍ
عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى
الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ
اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ
اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ
الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ
۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ
غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ○ (سورة الحاقه ٦٩: ١٣-٣٧)

Marfat.com

ہم سب اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے سامنے ہمیں حاضر ہونا ہے' اور اس کے سامنے ہمارا حساب بھی پیش ہو گا۔ آج جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہی سب کچھ ایک دن ہمارے سامنے آجائے گا۔ اگرچہ ہم مسلمان ہیں مگر ہمیں اس پر یقین نہیں ہے اور یہ ایسی بات ہے جو جاننے کے باوجود ہم بھول جاتے ہیں۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم زندگی بسر کرتے ہیں' بہت سے کام کرتے ہیں مگر بہت کم سوچتے ہیں کہ ہمیں اس کا حساب بھی دینا ہو گا۔ اسی طرح کام کرتے وقت ہم یہ نہیں سوچتے کہ ہم ایسے کام کریں جو کل جا کر ہمیں اچھی شکل و صورت میں واپس ملیں۔ یہ بات ہمیں کیسے یاد رہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ موت کے بعد جو زندگی آنے والی ہے اسے ہم دیکھ لیں اور اسے یاد رکھیں۔ وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر موت کے بعد کی زندگی کا ذکر کیا ہے۔ سورہ الحاقة میں جو ۲۹ ویں پارے کی سورہ ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو دنیا برباد ہو جائے گی۔ نیز یہ ہے کہ اس وقت جب اچھے لوگ اچھی جگہ پہنچ جائیں گے اور برے لوگ عذاب کا شکار ہو جائیں گے' تو ان کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے! آیئے میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں بتاؤں کہ موت کے بعد آپ کو کیا پیش آئے گا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (الحاقة ۱۳:۶۹) پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی۔

Marfat.com

یہ پہلا مرحلہ ہے جبکہ صور میں پھونک مار دی جائے گی۔ ایک زوردار آواز بلند ہو گی جو بڑھتی چلی جائے گی' جیسے آپ سائرن کی آواز سنتے ہیں۔ زلزلے کی آواز کتنی شدید ہوتی ہے' اسی قسم کی آواز ہو گی جو بہت تیز ہو گی۔ یوں سمجھیے جب ہوائی جہاز اترتا ہے تو اس کی آواز کتنی تیز اور بلند ہوتی ہے۔ اس سے لاکھ کروڑ گنا زیادہ آواز ہو گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا' جس طرح ایک پھونک ماری جاتی ہے اس طرح یہ سب کچھ اچانک ہو جائے گا۔ اس وقت دہشت اور خوف کا عالم ہو گا۔ یہ پھونک اچانک بلند ہو جائے گی۔ کسی کو کچھ کرنے کے لیے کوئی وقت نہیں ملے گا۔ جس طرح ایک دم سائرن بجنا شروع ہو جائے تو لوگ نکل بھاگتے ہیں' اسی طرح ایک آواز بلند ہو گی اور وہ اتنی شدید ہو گی جس سے زمین و آسمان تھرتھرانے لگیں گے۔

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ○ (۱۴:۶۹) اور پھر زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

جس طرح ہم کانچ کا گلاس اٹھا کے زمین پر پھینکتے ہیں تو وہ کرچی کرچی ہو جاتا ہے' اسی طرح زمین اور پہاڑوں کو اللہ کے حکم سے ایک زوردار آواز کے نتیجے میں پٹخ دیا جائے گا۔ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی ہے' اور یہ بلند و بالا پہاڑ' سب ایک لمحے میں چور چور ہو جائیں گے۔ ذرا تصور کیجیے اس وقت تباہی' دہشت اور خوف کا دنیا میں کیا عالم ہو گا!

اس کے بعد فرمایا کہ یہ تو ایسی واضح ہونے والی چیز ہے کہ اس کے بارے میں کہنے والے کچھ بھی کہیں' یہ تو بس ہو کر رہنے والی چیز ہے۔ یہ یقینی بات ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ (۱۵:۶۹) اس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔

یہ وہ دن ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اور زمین و آسمان چور چور ہو جائیں گے۔ یہ وہ دن ہو گا جب وہ چیز ہو جائے گی جس کو ہونا ہی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجایش

Marfat.com

نہیں۔ پھر زمین اور پہاڑ ہی نہیں بلکہ آسمان بھی اس میں شریک ہو گا۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ○ (۶۹:۱۶) اس دن آسمان پھٹے گا اور اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی۔

اتنا وسیع و عریض آسمان جو پتا نہیں کتنے اربوں سالوں سے ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا' اور اس میں کوئی جان نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا کہ اگر تم جانتے ہوتے کہ ایسا ہو گا بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ یہ بات اتنی یقینی ہے کہ اسے ہو کر رہنا ہے۔ اس روز زمین بھی چورا چورا ہو جائے گی' آسمان بھی پھٹ جائے گا اور فرشتے جنھیں ہم جانتے ہیں' دیکھتے نہیں' آسمان کے کناروں پر جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ خوف اور دہشت کا ایک عجیب منظر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے آئے گا' ہم اس کو دیکھیں گے یا نہیں دیکھیں گے' اس کا اندازہ ابھی ممکن نہیں' اس لیے کہ اس کی ذات کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ اس کا تخت ہو گا اور وہ ہماری نگاہوں کے سامنے آئے گا۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ○ (۶۹: ۱۷)

فرشتے اس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

اپنے رب کا' یعنی تمھارے رب کا جو عرش ہے' تخت ہے اسے آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ فرشتے تعداد میں آٹھ ہوں یا چار یا دس' یہ باتیں تو آخرت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ اللہ کا تخت شاہی بچھا ہوا ہو گا۔ فرشتے آجائیں گے اور ہمارے اعمال کا حساب شروع ہو گا۔ ہمیں تو اپنے اعمال کے جواب سے دلچسپی ہے نہ کہ اس بات سے کہ آٹھ فرشتے کیسے ہوں گے اور آٹھ ہی کیوں ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ فرمایا ہے:

Marfat.com

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ (۶۹: ۱۸) وہ دن ہو گا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے' تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔

جس بات سے ہمیں دلچسپی ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے سب کے سب اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ کوئی بات بھی چھپی نہیں رہے گی۔ وہ راز جو ہم دلوں میں سوچتے ہیں وہ بھی' جو کام کسی کو نہیں معلوم وہ بھی' اس روز اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ ذرہ برابر نیکی ہو گی تو وہ بھی سامنے آجائے گی اور ذرہ برابر برائی ہو گی تو وہ بھی سامنے آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات جو آج ہمیں نظر نہیں آتی وہ بھی سامنے ہو گی۔ فرشتے نہیں دکھتے وہ بھی سامنے ہوں گے۔ آسمان بھی پھٹ جائے گا۔ ہمارے جو اعمال دل کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے ہیں' جن کو انسانوں نے دیکھا بھی نہیں ہو گا' وہ سب بھی سامنے آجائیں گے۔ یہی قیامت کا مقصد ہے کہ سارے کے سارے اعمال سامنے آجائیں اور اس کے بعد حساب کتاب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کا ذکر قرآن میں تفصیل سے نہیں کیا ہے۔ البتہ یہ فرمایا ہے کہ جب اعمال سامنے آئیں گے تو انسان گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ وہ ہو گا جس کے اعمال اچھے اور نیک ہوں گے اور نیک اعمال زیادہ ہوں گے۔ اس روز سب سے وزنی چیز اعمال ہی ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ دوسرا گروہ وہ ہو گا جس کے اعمال برے ہوں گے۔ برے اعمال زیادہ ہوں گے اور ان میں سب سے برا عمل اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور کفر ہو گا۔ ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ ایک' اصحاب الیمین کہلائیں گے اور دوسرے' اصحاب الشمال۔ اب دونوں کے ذکر سنیے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ○ (۶۹:۱۹) پس جس کسی کو اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ تو پکار اٹھے گا' آؤ پڑھو میرا

Marfat.com

اعمال نامہ۔

جس سے اتنے اچھے اچھے اعمال ہوئے' وہ چاہے گا کہ ہر ایک جان لے کہ بڑا اچھا رزلٹ آیا ہے۔ بہت اونچے اونچے نمبر آئے ہیں۔ وہ اپنا نامہ اعمال ہر ایک کو دکھاتا پھرے گا کہ آؤ دیکھو میرے اعمال نامے کو پڑھو۔ اس وقت اسے کتنی خوشی ہو گی اور کتنی مسرت ہو گی--- اگر ہم بھی آج ابھی سے اس اعمال نامے میں اچھے اعمال درج کروائیں گے تو ہمارے حصے میں بھی وہی خوشی آئے گی۔ اس کے بعد وہ یہ بھی کہے گا کہ یہ جو اچھے اعمال یہاں آج نظر آ رہے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اسے یوں بیان کیا گیا ہے:

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ○ (۶۹: ۲۰) میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔

یعنی دنیا میں جب تک رہا اس خیال میں رہا کہ ایک دن میرا حساب سامنے آئے گا۔ جس کو یہ معلوم ہو کہ میرا حساب میرے سامنے آئے گا' میرا آقا' مجھے ملازم رکھنے والا' مجھ سے پوچھے گا کہ کیا کر کے آئے؟ زندگی بھر کیا کام کیا ہے؟ عمر کیسے گزاری ہے؟ وہ اس کی نافرمانی کیوں کرے گا! اس لیے اس کے اعمال اچھے ہوں گے--- ہم سب کو بھی ہمیشہ اس کا خیال ہونا چاہیے کہ ایک دن آنے والا ہے جب ہمارا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں آئے۔ ہم خود ہی پکاریں کہ آؤ دیکھو میرے کتنے اچھے اعمال ہیں' آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو۔

اس روز محض کامیابی کی خوشی نہیں ملے گی بلکہ اللہ کی طرف سے اور بھی بڑے عیش و آرام اور انعامات و اکرام ملیں گے۔ فرمایا:

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ (۶۹: ۲۱) پس وہ دل پسند عیش میں ہو گا۔

یعنی اس کی زندگی اس کی من پسند زندگی ہو گی۔ اپنی زندگی میں ہماری ہزاروں خواہشیں ہوتی ہیں مگر ان میں سے چند ایک ہی پوری ہوتی ہیں۔ وہاں تو جو چاہیں گے وہ

Marfat.com

ہمارے حصے میں آئے گا۔ ہر چیز ہم کو مل جائے گی۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ○ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ (۶۹: ۲۲-۲۳) عالی مقام جنت میں' جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔

جنت میں بلند و بالا باغ ہوں گے۔ ایسے عمدہ پھل اور میوے کہ گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ دنیا میں ہم باغوں میں جا کر پھل اور میوے توڑتے ہیں یا بازار سے خرید کر لاتے ہیں' وہاں وہ اتنے قریب ہوں گے کہ ہاتھ بڑھائیں گے اور ہمیں مل جائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے کھانے کی دعوت ہو گی۔ دسترخوان بچھا ہو گا اور اللہ فرمائے گا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ○ (۶۹: ۲۴) کھاؤ اور پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کہیں گے کہ کھاؤ پیو مگر یہ سب انعام کس وجہ سے ہو گا اس کا ذکر مذکورہ بالا الفاظ میں کیا۔ گویا یہ تمام انعام و اکرام اور طرح طرح کی نعمتوں کے حق دار ٹھیرنے کا اصل سبب وہ اعمال ہیں جو کل دنیا کی زندگی میں تم نے کیے تھے۔ دراصل اس حقیقی کامیابی کے حصول کے لیے ناگزیر ہے کہ آج کی زندگی میں وہ نیک اعمال کیے جائیں جو کل اللہ کی خوشنودی کا باعث بن سکیں اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ جنت عالیہ سے نوازے اور مذکورہ بالا تمام انعام و اکرام فرمائے۔

اس کے بعد دوسرے گروہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ○ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ○ (۶۹: ۲۵-۲۷) اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ کہے گا: کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور

Marfat.com

میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔

اس کے اعمال نامے میں اتنے خراب اعمال ہوں گے کہ جب وہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ کاش! مجھے یہ اعمال نامہ نہ دیا گیا ہوتا۔ اے کاش! مجھے یہ کبھی پتا ہی نہ چلتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش! میری زندگی اس موت پر ہی ختم ہو جاتی جو مجھے دنیا میں آئی تھی۔ ایسے شخص کے لیے دوبارہ زندہ ہونے کی خواہش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے اپنے اعمال نامے پہ اتنی شرم آئے گی جیسے کوئی بڑی ندامت' رسوائی اور ذلت کی بات ہو۔

جسے اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا تو ایک طرف تو اس کی یہ ذلت اور رسوائی ہو گی اور پھر دنیا میں جن چیزوں کے لیے بھی کام کرتا رہا' مال جمع کیا' پوزیشن بنائی' ایم این اے بنا' وزیر بنا' اور بہت سارے کام کیے' ان میں سے کوئی چیز بھی اس روز کام نہیں آئے گی۔ سب پیچھے رہ جائے گا' سب چھوٹ جائے گا۔ یہاں ان میں سے کچھ بھی کام آنے والا نہیں۔ ایسے شخص کی مایوسی کا کیا عالم ہو گا' اسے یوں بیان فرمایا:

مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ○ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ○ (۲۹-۲۸:۶۹) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ اتنا بڑا اختیار تھا وہ سب ختم ہو گیا۔

اس شخص کا حکم اس کے بیوی بچوں اور ملازموں پر چلتا تھا۔ محلے والے اس کے کہنے پر چلتے تھے۔ فیکٹری میں اسی کا حکم چلتا تھا۔ جب اقتدار میں تھا تو ماتحت اس کے اشارے پر چلتے تھے۔ اسی طرح کوئی بھی شخص جو بااختیار ہوتا ہے یہی سمجھتا ہے کہ میرا اختیار رہے گا' مگر وہ سب کچھ یہیں ختم ہو جانا ہے۔ انسان مال کمانے اور جمع کرنے کے لیے صبح سے شام تک تگ و دو کرتا ہے' بھاگتا پھرتا ہے مگر اس روز اسے معلوم ہو گا کہ میرا مال بھی کسی کام نہ آیا۔ کتنی بے بسی کی تصویر ہے! آپ دیکھ لیجیے کہ ہم صبح و شام اپنا

Marfat.com

اعمال نامہ کن چیزوں کے لیے برائیوں سے بھرتے رہتے ہیں۔ مگر چند روزہ زندگی کے بعد یہ چیزیں ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔

روز محشر ذلت و رسوائی کا یہ عذاب یہیں ختم نہ ہو جائے گا بلکہ اسے سب کے ساتھ قیدیوں کی طرح پکڑا جائے گا' اس کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالا جائے گا اور جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ یوں اسے مزید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہو گا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ (۶۹: ۳۰-۳۲) (حکم ہو گا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو' پھر اسے جہنم میں جھونک دو' پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔

کہا جائے گا کہ جس طرح سے مجرموں کو پکڑا جاتا ہے' اسی طرح اسے پکڑو اور قیدیوں اور مجرموں کی طرح اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اس کے بعد اس کو قید خانے میں ڈال دو۔ وہ قید خانہ کیا ہے؟ وہ جہنم ہے۔ اس میں اسے ڈال دیا جائے گا۔ پھر حکم ہو گا کہ اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر کے ساتھ باندھ دو تاکہ اس سے نکل نہ سکے۔ اب دنیا میں واپس جا کر کچھ اور کرنے کا موقع نہیں ہے اور نہ اس جہنم سے نکلنے کا موقع ہے۔ کیسی بے بسی اور لاچاری ہے اور ہمیشہ کی ذلت بھی۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ آنے والی کل کا خیال نہ رکھا گیا کہ ایک روز ہمیں سب چیزوں اور کاموں کا حساب دینا ہے۔ آج ہم بھی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں کل ہمیں اس کا حساب دینا ہے۔ اس لیے وہ کریں جو کل جا کر ہمیں اچھی صورت میں ملے۔

وہ کیا کام ہیں جو کیے جانے چاہییں؟ اور وہ کون سے کام ہیں جن کی وجہ سے شرمندگی اور پچھتاوا کا سامنا کرنا پڑے گا؟ فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ (۶۹: ۳۳-۳۴) یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی

Marfat.com

ترغیب دیتا تھا۔

یہ سب اس لیے ہوا کہ یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کو کھانا کھلانے کے لیے دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا تھا۔ نہ خود کھلاتا تھا اور نہ ہی کسی کو کہتا تھا۔ اصل میں دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی اللہ کا وفادار ہو' اس کا بندہ بنے اور اس کا کام کرے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ محبت کرے اور ان کی خدمت کرے۔ سارے نیک اعمال انھی دو چیزوں کی وجہ سے ہیں۔ گویا ایک طرف اللہ کی بندگی اور اطاعت کرنا ہے اور دوسری طرف اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم بھی اسی لیے دیا گیا ہے۔ اس کے محتاج بندوں کے لیے صلوٰۃ اللہ کے ساتھ تعلق کا نام ہے' جب کہ زکوٰۃ' اللہ کی بندگی کا نام ہے' یعنی اس کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا۔

ساری شریعت' سارا دین بس ان ہی دو باتوں کا نام ہے۔ یہی اعمال آگے کام آئیں گے۔ جب وہ اللہ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے کسی غریب و مسکین کی مدد بھی نہ کی تو آج یہاں اس کا کون ہمدرد اور مددگار ہو سکتا تھا:

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ○ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ○ لَّا يَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ○ (۶۹:۳۵-۳۷) لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون (پیپ) کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا' جسے خطاکاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔

آج کے دن اس کا یہاں کوئی دوست نہیں۔ اس لیے کہ اس نے نہ نیک اعمال آگے بھیجے اور نہ ہی وہ اللہ پر ایمان لایا۔ اس روز تو صرف یہی اعمال وزن رکھیں گے۔ اب کون اس کا ساتھ دے' کون اس کا دوست بنے۔ پھر اس نے کھانا بچا بچا کے رکھا اور مال بچا بچا کے رکھا۔ غریبوں کو نہیں کھلایا۔ آج اسے اگر کوئی کھانا ملے گا تو وہ اس کی

Marfat.com

پاداش میں پیپ اور خون کی طرح ہو گا جو سوائے گنہگاروں کے اور کسی کے حصے میں نہیں آئے گا۔ لہٰذا گنہگار اور خطاکار نہ بنو۔ اگر ان چیزوں سے بچنا چاہتے ہو تو نیک اعمال کرو۔ اچھے اعمال ہی وہاں پر تمہارا انجام بہتر کریں گے۔

یہ پورا منظر آپ دیکھیں۔ اس خوف ناک آواز سے لے کر' جس سے کہ زمین و آسمان سب لرزہ براندام ہو جائیں گے' اس جگہ تک' کہ جہاں یا تو من پسند زندگی جھے میں آئے گی یا زنجیروں سے جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا' یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی۔ آج یہ بات ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے کہ ہم ان میں سے کس انجام تک پہنچیں گے۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمیں جواب دہی کرنا ہے۔ ہم اپنی گفتگوؤں میں اس بات کا آئے دن تذکرہ کرتے رہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے سامنے جانا ہے' اور جواب دینا ہے' لیکن ہم کام تو ویسے نہیں کرتے کہ ہم قیامت کے روز کھڑے ہو کر یہ کہہ سکیں کہ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اِنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ○ (۲۰:۶۹) میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے--- یا پھر ہم دوسرے گروہ کی صف میں چلے جائیں گے جن کا مقدر سوائے ندامت اور پچھتاوے اور جہنم کے کچھ نہ ہو گا۔ ہم اللہ پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اس کے وفادار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ اس کا دیا ہوا مال ہمارے گھروں میں پڑا رہتا ہے مگر ہم غریبوں کی خدمت نہیں کرتے۔

اس دن کی تیاری آج کیجیے! اس لیے کہ وہی زندگی اصل زندگی ہے!!

Marfat.com

۵

زندگی کی ترجیحات

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَاللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا
نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا
الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○
قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ○ (سورة التوبه ۹: ۱۹-۲۴)

Marfat.com

زندگی میں ہم جو بھی کام کرتے ہیں ان میں ہم اسے زیادہ وقت اور توجہ دیتے ہیں جسے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ہم کسی کام کو بڑا اور اہم اس لیے سمجھتے ہیں کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس میں ہمارے لیے نفع زیادہ ہے' یا ہم محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ کام کرتے ہیں۔ یعنی جس کام سے جتنی زیادہ محبت ہوتی ہے اتنا ہی اس کام کے لیے ہم اپنے آپ کو لگاتے' مٹاتے اور قربانیاں دیتے ہیں۔

دین کے اندر جتنے بھی اعمال ہیں ان کے درمیان ایک ترجیحات کا نظام ہے۔ سارے اعمال ایک درجے کے نہیں ہیں۔ بعض اعمال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بہت عظیم ہیں' بعض کم اہم ہیں' اور بعض اعمال ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا عام تقاضا ہیں۔ جتنی ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی جائے گی کہ دین میں کون سے کام زیادہ اہم' نفع بخش اور اللہ کو زیادہ محبوب ہیں' اتنا ہی ہم ان کے لیے اپنا وقت بھی لگائیں گے' توجہ بھی دیں گے اور قربانی بھی دیں گے۔

سورہ توبہ کی ان آیات (۱۹ تا ۲۴) کے اندر اللہ نے ان ہی دو باتوں کو ہمارے سامنے بیان فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَاللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

Marfat.com

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ ۹:۱۹-۲۰)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی مجاوری کو اس آدمی کے کاموں کی طرح سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحیح راہ پر نہیں لگاتا جو ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔ جو ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مال لگا کر اور اپنی جان لگا کر، اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے۔ وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے صاف اور واضح ہے۔ جن دو اعمال کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں اعمال بڑے اونچے درجے کے اعمال ہیں۔ پیاسے کو پانی پلانا، خانۂ کعبہ کی زیارت کرنا اور اسے آباد رکھنا، یقیناً یہ بھی بڑے اونچے درجے کے کام ہیں۔ پیاسے کو پانی پلانا تو اتنے اونچے درجے کا کام ہے کہ ایک بدکار عورت کو محض اس لیے بخش دیا گیا کہ اس نے پیاسے کتے کو کنویں سے پانی پلایا تھا، جب کہ حج اور عمرہ تو بہت ہی اونچے درجے کے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو مامور فرمایا کہ مسجد حرام کو طائفین اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے آباد کریں۔ یہ دونوں کام کوئی معمولی درجے کے کام نہیں ہیں۔ پھر بھی وہ فرماتا ہے، کیا تم نے ان کاموں کو اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر سمجھ لیا ہے؟

گویا اللہ کے نزدیک یہ دونوں کام برابر نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک جو کام سب سے اونچے درجے کا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ہے۔

جہاد کے معنی ہیں اپنی پوری پوری کوشش کر کے کسی کام کو انجام دینا اور جب فی

Marfat.com

سبیل اللہ کا لفظ اس کے ساتھ لگ گیا تو اس کے معنی ہو گئے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کی مرضی کے مطابق بھرپور جدوجہد کرنا۔ نبی کریمؐ کی تشریح کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ وہ ہے جو صرف اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کیا جائے۔ چنانچہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کوشش کرنا' یہ اللہ کے نزدیک سب سے اونچے درجے کا عمل ہے۔ سارے اعمال میں سب سے بلند مقام اسی عمل کو حاصل ہے۔

اس بات کو نبی کریمؐ نے اپنے ایک ارشاد میں اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دیتے ہوئے واضح کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جس طرح اونٹ کا کوہان اس کی پیٹھ پر سب سے نمایاں' سب سے بلند اور اونچا ہوتا ہے' اسی طرح سارے دین میں' نماز' روزہ' زکوٰۃ سب کا ذکر کرکے آپؐ نے فرمایا کہ جو اس اونٹ کا کوہان ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ فرمایا کہ جو ان دونوں کو برابر کر دیں' وہی ظلم کرنے والے ہیں۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کے لیے نامناسب ہو' یا کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو اس کے مقام اور درجے سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ جو لوگ ان سارے اعمال کو برابر کر دیں' یعنی نماز' تسبیح' نفل' جہاد اور ہجرت سب کو ایک درجے کا بنا دیں' تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جہاد کی مزید تشریح کرتے ہوئے آپؐ نے تین چیزیں مزید شامل فرمائیں' یعنی جو لوگ ایمان لائیں' ہجرت کریں' اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ گویا یہ جہاد کی مکمل تعریف ہوئی۔

ایمان پہلی شرط ہے۔ اللہ سے تعلق' اللہ کی خاطر کام کرنا' اللہ کو اپنا محبوب سمجھنا' اسی کا بن جانا' اسی کا ہو کر رہنا' اسی کو ہدف بنانا' یہ دراصل ایمان کے مختصر معنی ہیں۔

"ہجرت" کا لفظ اگرچہ حضورؐ کی زندگی میں مکہ سے مدینہ جانے کے لیے استعمال ہوا ہے' تاہم ہجرت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ زندگی میں جو آدمی برائی چھوڑ کر نیکی کی طرف

Marfat.com

جاتا ہے' وہ ہجرت کرتا ہے۔ مرغوبات زندگی کو چھوڑ کر اللہ کی خاطر جدوجہد کرنا' اپنے آرام کو' اپنے مستقبل کو' اپنی نیند کو اور اپنے مالی نفع کو قربان کرنا' یہ سب بھی ایک لحاظ سے ہجرت کی مختلف صورتیں ہیں۔ اگرچہ انھیں ہم ان معنوں میں ہجرت نہیں کہہ سکتے جن معنوں میں مکہ سے مدینہ ہجرت ہوئی تھی۔

اس کے بعد "کامیابی" کے تصور کو اجاگر کیا گیا ہے۔ درحقیقت کامیابی یہ ہے کہ جس کے پاس مال ہے--- مال سے مراد صرف پیسہ نہیں ہے بلکہ جتنی مادی چیزیں اللہ نے دی ہیں' وہ سب ہیں' اور جو اس کو نفس دیا ہے' نفس کے اندر ہاتھ' پاؤں اور جسم' عقل و فہم اور انسانی زندگی بھی شامل ہے--- وہ یہ سب کا سب اللہ کی راہ میں لگا دے۔ یہ ہے وہ تصور کامیابی جو اللہ کو مطلوب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا درجہ خدا کے حضور بہت اونچا اور بہت بلند ہے۔ یہی لوگ دراصل اللہ کے نزدیک کامیاب ہیں۔

دراصل کامیابی دنیا کے اندر مال و دولت جمع کر لینا یا اونچا مقام حاصل کر لینا نہیں ہے بلکہ حقیقی کامیابی یہ ہے کہ انسان وہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کا اور کامیابی کا مقام ہے۔ تیسری آیت میں اسی بات کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (۹:۲۱-۲۲) ان کا رب ان کو خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور اپنی رضا کی اور باغات کی جو انھی کے لیے ہیں اور جس میں ان کے لیے نعمتیں ہیں جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں۔ یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں مختصر الفاظ میں اپنی ساری نعمتوں کو جمع کر دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور وہ ہم سے خوش بھی ہو اور راضی بھی' تو ہمیں اس کے

Marfat.com

سوا اور کیا چاہیے۔ یہاں جنت کے باغوں میں داخل ہونے کو اس کی رضا اور خوشنودی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ باغات دنیا کی زندگی کی طرح ختم ہونے والے نہیں ہیں بلکہ یہ وہ باغات ہیں جس میں ان کے لیے وہ نعمتیں ہیں کہ جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہیں' اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ غور کیا جائے تو یہاں دو چیزوں کو خوب صورتی سے ملا دیا گیا ہے اور اس طرح ملایا گیا ہے کہ نعمتیں بھی قائم رہنے والی ہیں اور نعمت سے فائدہ اٹھانے والے بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یعنی اب ان کے لیے وہاں دنیا کی طرح کوئی زوال نہیں ہے۔ یہی وہ بہترین اجر ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ بے شک اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہترین اجر ہے۔

درحقیقت اصل کامیابی تو اللہ کی رحمت' اس کی خوشنودی' اس کی رضا' اس کی چاہت و محبت کا حصول' اور اس کے ان باغات میں داخلہ ہے جو کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں' جہاں ہر نعمت سدا بہار ہے اور جن میں ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی کی ہر چیز سے حددرجہ قیمتی چیز ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی ہر چیز کو زوال ہے۔ ہر آدمی کو یہاں سے جانا ہے اور دنیا کو بھی بالآخر مٹ جانا ہے۔ اس لیے اگر آدمی دنیا کے حصول کی خاطر اس کے پیچھے لگا رہے' تو یہ کوئی دانش مندی نہیں۔ اس سے کہیں زیادہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ان چیزوں کی فکر کرے۔ جن کے نتیجے میں ہمیشہ کی کامیابی حاصل ہو۔ یہ راستہ' جہاد کا راستہ ہے۔ اللہ نے اپنی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے اور اس کے نتیجے میں انھیں ہمیشہ کی زندگی اور کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں اور جنت کے باغات میں داخلے کی بشارت دی ہے۔ یہی حقیقی کامیابی ہے۔

حقیقی کامیابی کے تصور کے بعد اللہ سے تعلق کی بنیاد کا ذکر یوں کیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

Marfat.com

عَلَى الْاِيْمَانِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (۹:۲۳) اے ایمان والو' اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اپنا رفیق اور دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ محبوب رکھیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو اپنا رفیق اور دوست بنائے گا یہی لوگ دراصل پھر ظالم ہیں۔

اللہ سے تعلق کی بنیاد ایمان' اللہ سے محبت اور اس کی رضا و خوشنودی ہے۔ اس کے علاوہ تعلقات کی جتنی بھی بنیادیں اور نوعیتیں ہیں وہ سب بے بنیاد اور بے حقیقت ہیں اور اللہ سے تعلق کو کمزور بنانے والی ہیں۔ اصل تعلق تو اللہ سے ہے اور وہ ہے اللہ سے محبت کا تعلق!

ایمان کا تقاضا ہے کہ جو لوگ ایمان لانے والے ہیں' وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنے والے ہوں۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر تمھارے باپ' تمھارے بھائی' اور خونی رشتے بھی ایمان کے مقابلے میں کفر کو محبوب سمجھیں تو ان سے دنیا میں نیکی کا تعلق تو ہو سکتا ہے' ان کی خدمت ہو سکتی ہے' ان سے حسن سلوک ہو سکتا ہے' لیکن ان سے محبت' دوستی' رفاقت اور اتباع و پیروی کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ یہ سب تعلقات ولایت کے اندر شامل ہیں۔ ان کو اپنا ولی بنانا' دوست بنانا' اپنا سرپرست بنانا' ان کے پیچھے چلنا' ان سے دل کا تعلق رکھنا' یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ کی محبت کے ساتھ نہیں نبھ سکتیں۔ ایک مسلمان کے تمام تعلقات کی بنیاد اللہ کی محبت و خوشنودی کا حصول ہونا چاہیے' جب کہ دیگر تمام معاملات کی حیثیت ثانوی ہونی چاہیے۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔

آخر میں محبت کی میزان ہمارے ہاتھ میں یہ کہہ کر تھما دی:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا

Marfat.com

يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (۹:۲۴) اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے، اور تمھارے بھائی، اور تمھاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

یعنی اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھارے شوہر، تمھارے رشتے دار اور وہ مال جو تم نے مکانوں، بینک بیلنس اور کارخانوں کی صورت میں کما کما کر رکھے ہیں، اور وہ کاروبار اور تجارت جس پر تمھاری زندگی کی معاش کا انحصار ہے، اگر تمھیں خدشہ ہے کہ تم نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہ تجارت و کاروبار ختم ہو جائے گا، اور وہ عالی شان مکانات جو تم نے اپنے قیام اور آرام و سکون کے لیے بنائے ہیں چھن جائیں گے، تمھارے تعلقات اور خون کے رشتے متاثر ہو جائیں گے، تمھاری سواریاں چھن جائیں گی، ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمھیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہو تو پھر انتظار کرو، یہاںؑ تک کہ اللہ تمھارے بارے میں اپنا فیصلہ لے آئے۔ اور اللہ ان کو کبھی سیدھے راستے پر نہیں لگاتا جو اس کی نافرمانی کرنے والے ہیں--- یہ ہے وہ میزان اور معیار جو اللہ کی محبت کا سب سے بڑھ کر تقاضا ہے کہ اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت ہو۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرہ ۲: ۱۶۵) "ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں"۔

یہاں اللہ نے اپنی محبت کو کھول کر بیان کیا ہے۔ اللہ سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسولؐ سے بھی محبت ہو اور یہ بھی کہ اس کی راہ میں جان اور مال لگانے سے

Marfat.com

بھی محبت ہو۔ اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں تقاضے دراصل ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں' لازم و ملزوم ہیں۔ رسولؐ تو اللہ کا رسولؐ ہے لیکن جس سے آدمی کو محبت ہوتی ہے' جس کا بھی اس سے کوئی واسطہ ہو جائے' اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ محبوب کا گھر' محبوب کی گلی' اور محبوب کا کوچہ ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے۔ اردو شاعری میں تو بے شمار استعارے ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ محبوب کی ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ کے رسولؐ سے محبت' اللہ کی راہ میں جہاد' اس کی گلی' اس کے کوچے' اس کے محلے میں نکلنا' اپنی جان و مال اس کی راہ میں خرچ کرنا اور اپنا سب کچھ قربان کرنا' یہ اللہ سے محبت کے تقاضے ہیں۔ دنیاوی رشتے ہوں یا مال و جایداد' کاروبار ہو یا کھیتی' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کی ایک میزان ہے۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیے۔

اگر یہ نہ ہو تو پھر آدمی اللہ کا نافرمان ہوتا ہے' فاسق ہو جاتا ہے' اور فاسق کبھی صحیح راستہ نہیں پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تین جگہ فرمایا کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا' اور فاسقوں کو صحیح راستے پر نہیں لگاتا۔

ہدایت کے معنی چیزوں کو صحیح مقام پر رکھنے کے بھی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے اونچا اور محبوب عمل اپنی راہ میں جہاد ہے اسی لیے سب سے زیادہ نفع اور اجر بھی اس عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لیے وہی عمل سب سے بڑھ کر پیار اور محبت کا مرکز ہونا چاہیے جو اللہ کو سب سے بڑھ کر محبوب ہو۔

یہ آیت پوری زندگی کے لیے ایک ترازو اور میزان ہمارے ہاتھ میں تھما دیتی ہے جس پر ہم اپنی زندگی کو ناپ تول کر اور پرکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اپنے دل کو پرکھ سکتے ہیں کہ اس میں اللہ کا کیا مقام ہے' اللہ کے رسولؐ کا کیا مقام ہے' اللہ کی راہ میں جہاد کا کیا درجہ ہے' اور اس کے لیے ہم کیا کچھ لگانے اور مٹانے کو تیار ہیں!

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے اعمال کے پیچھے تو لگے رہتے ہیں لیکن جہاد جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (۲۲:۹) "یقیناً اللہ کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے"۔ جو اللہ کے نزدیک سب سے اونچا درجہ دلوانے والا ہے' اسی سے ہم غفلت برتتے ہیں۔ ہماری ترجیحات میں اس کا مقام اولین ترجیح کا ہونا چاہیے۔ یقیناً حاجیوں کو پانی پلانا' خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور عمرہ اور حج کرنا یہ اعمال بھی فضیلت اور درجات کے لحاظ سے بہت اونچے درجے کے ہیں لیکن جہاد کے مقابلے کے اعمال نہیں ہیں۔ یہ بات اگر ہماری سمجھ میں آ جائے تو اس کے اندر جہاں آخرت میں ہماری نجات کا راز مضمر و پوشیدہ ہے وہاں امت کے لیے بھی سربلندی اور ترقی کا راز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کے اس حکم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)!

Marfat.com

Marfat.com

٦

داعی اور دعوت

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا
تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ
وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ
يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ
فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ
اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ
وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى
يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (سورة يونس ۱۰: ۱۰۴-۱۰۹)

Marfat.com

نبی کریمؐ انسان کے لیے جو پیغام لے کر آئے وہ اللہ کی بندگی کا پیغام تھا۔ اللہ کی بندگی کا یہ پیغام کیا تھا؟ اور اس کو پہنچانے کی جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے شانوں پر ڈالی تھی اسے ادا کرنے کے لیے آپؐ کو کن صفات اور کس زادراہ کی ضرورت تھی؟ یہ بات بڑی خوب صورتی کے ساتھ سورہ یونس کی آخری چند آیات (۱۰۴ تا ۱۰۹) میں بیان کی گئی ہے۔ اسی پیغام کو میں اس وقت آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۱۰:۱۰۴) اے نبیؐ، آپؐ کہہ دیجیے کہ اے لوگو، اگر تمھیں میرے دین کے بارے میں کوئی شک ہے تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو، میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ میں صرف اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔

دین کیا ہے؟

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ دین یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کی جائے۔ "عبادت" کا لفظ اللہ کی پرستش، اس کے ساتھ محبت کا تعلق، اس کی اطاعت، صرف اسی سے نفع اور نقصان کی حاجت اور امید رکھنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کے مختصر معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو ہدایت کرتا ہے کہ آپؐ

Marfat.com

سارے انسانوں کے سامنے اس بات کا اعلان کر دیجیے کہ میرے دین کا خلاصہ' جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے' وہ اللہ کی ایسی بندگی ہے جس میں اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی شامل نہ ہو۔ اللہ کے علاوہ جو معبود ہیں ان کی یہاں پر وضاحت نہیں کی گئی ہے لیکن جو بھی وفاداری' محبت اور اطاعت کا ایک ایسا مرکز بن جائے جو اللہ کے ماسوا ہو' یا اللہ سے بالاتر ہو' وہ خود ایک معبود ہے۔ یہ پتھر کے بت ہوں یا اپنے نفس کی خواہش یا مال و دولت' یہ سب معبود ہیں۔

یہاں اللہ کی تعریف ایک خاص انداز میں کی گئی ہے۔ فرمایا کہ میں اس اللہ کی بندگی کرتا ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت دونوں ہیں اور جس کے پاس پلٹ کر بھی جانا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف ایک لفظ سے واضح ہو جاتی ہیں۔

اس کے بعد بندگی کی تشریح فرمائی گئی ہے اور نبی کریمؐ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے:

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ 'یعنی پہلی چیز' جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں۔

"ایمان" ایک معاہدے کا نام ہے۔ ایمان اس بات کا نام ہے کہ بندہ اپنی جان و مال' سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں بیچ دے۔ ایمان' اللہ کو اپنی زندگی کا ہدف اور مقصد بنانے کا نام ہے۔ ایمان' اللہ کی ہر بات پر یقین رکھنے کا نام ہے۔ اس لحاظ سے بندگی کا یہ تقاضا ہے کہ بندہ صرف اللہ کے اوپر ایمان رکھے۔

دوسری بات یہ فرمائی:

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ (۱۰:۱۰۵) اور یہ کہ سیدھا کرو ٹھیک اپنے چہرے کو دین کے لیے حنیف بن کر۔

یہ جملہ قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے لیکن یہاں انداز بیان بدل گیا ہے۔ پہلے کہا گیا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایسا ہو جاؤں اور یہاں سے حکم اللہ کی زبان میں

Marfat.com

شروع ہو گیا۔ یعنی مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے چہرے کو سیدھا کرو دین کے لیے حنیف بن کر۔ چہرے سے مراد پوری شخصیت ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ چہرے کا لفظ انھی معنوں میں آیا ہے۔ گویا اپنی پوری شخصیت کو دین کے تابع کر دو۔

یہاں لفظ "حنیف" استعمال ہوا ہے۔ "حنیف" کے معنی یکسو ہو جانے کے ہیں۔ یعنی صرف اللہ کے ہو رہو اور صرف اللہ کے بن جاؤ۔ "حنیف مسلم" کا لفظ تو اللہ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ گویا اپنی پوری شخصیت کو اللہ کے دین کے تابع کر دینا اور صرف اسی کے لیے کر دینا ہی دراصل ایمان کے بعد اسلام اور "حنیفیت" کے معنی ہیں۔

تیسری بات فرمائی:

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (۱۰:۱۰۵) اور ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔

اللہ کے ساتھ ایمان' اسلام اور حنیفیت کا تعلق ایسا ہو کہ اللہ کو اپنا مقصد بنانے میں' اس کی اطاعت کرنے میں' اس سے محبت کرنے میں' کسی کو شریک نہ کرو بلکہ ہرگز کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو۔

یہ حضورؐ کے دین کا اور حضورؐ کے مقام کا مختصر تعارف ہے جو بڑے موثر انداز میں قرآن مجید میں یہاں پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پھر اس کی مزید تشریح بیان ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی ایک روح ہے۔ وہ روح یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین ہو کہ کائنات میں اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اور نفع اور نقصان صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور انسان اس کے آگے محتاج اور فقیر ہے۔ اگر اللہ کسی کو کوئی نقصان پہنچائے تو کوئی اس کے نقصان کو دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی نفع دینا چاہے تو کوئی اس کو چھین نہیں سکتا۔ اس میں صرف اسی کی مرضی اور صرف اسی کا اختیار چلتا ہے۔

Marfat.com

یہ دراصل اللہ کی اطاعت اور اللہ پر ایمان کا خلاصہ ہے' اور یہی توحید کی روح ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہاں تک ختم ہو گئی۔ اب اِیَّاكَ نَسْتَعِیْن (صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) کی تشریح اگلی آیات میں کی جا رہی ہے۔

پہلی بات شرک سے متعلق فرمائی گئی ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (۱۰:۱۰۶) اور مت پکارو اللہ کے سوا اس کو جو نہ تمھیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ تمھیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو مدد کے لیے پکارا جائے اور نفع و نقصان کا مالک سمجھا جائے۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ اگر تم ایسے آدمی کو پکارو گے جس کے پاس نفع کا اختیار نہیں ہے' یہ بھی ظلم ہو گا اور کسی ایسے کو پکارو گے جس کو نقصان کا اختیار نہیں ہے' تو یہ بھی ظلم ہو گا۔

دوسری بات کا تعلق انسان کے نفع و نقصان سے ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (۱۰:۱۰۷) اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے' اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ کس کا بھلا کرتا ہے اور کس کا نقصان' یہ اس کی مشیت پر' اس کے حکم اور ارادے پر منحصر ہے۔ بندوں کے ساتھ نقصان اور فائدے کا' برائی اور بھلائی کا جو معاملہ

Marfat.com

وہ کرتا ہے' وہ مغفرت اور رحمت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس لیے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (وہ غفور و رحیم ہے)۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر غلطی اور ہر گناہ پر پکڑنا شروع کر دے تو دنیا میں کوئی انسان بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس کا معاملہ انسانوں کے ساتھ یہ ہے کہ گناہ معاف کرتا ہے اور ان کو اپنی نعمتیں بھی پہنچاتا رہتا ہے اور ان کے ساتھ رحمت کا برتاؤ بھی کرتا ہے۔ اس کا بندوں سے اس بنیاد پر تعلق ہے۔ چونکہ حاجت روائی صرف وہی کر سکتا ہے لہٰذا جو انسان اللہ کی بندگی کرے وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج سمجھے' صرف اسی کی بندگی کرے' صرف اسی سے مانگے' اور اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے ورنہ ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

اس کے بعد پھر ان سے خطاب ہے جن کے سامنے دین کو پیش کیا جا رہا ہے اور اس خطاب میں ان کی ذمہ داری بھی واضح کر دی گئی ہے اور داعی کی ذمہ داری' حدود اور دائرہ کار کا تعین بھی کر دیا گیا ہے۔ فرمایا:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ○ (۱۰:۱۰۸) اور کہہ دیجیے کہ اے لوگو' تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے۔ اب جو کوئی خود سیدھی راہ اختیار کرے وہ یہ سیدھی راہ اپنے ہی نفس کی بھلائی کے لیے اختیار کرے گا اور جو کوئی بہک جائے' بھٹک جائے تو اس بھٹکنے کا وبال بھی اسی کے اوپر ہے۔ میں تمہارے اوپر کوئی وکیل بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور چاہے تو گمراہی کا راستہ اختیار کرے۔ داعی کی نہ یہ ذمہ داری ہے نہ اس کو اس بات پر اختیار ہے کہ کسی کو زبردستی مسلمان کرے۔ ہر آدمی کو اپنے بارے میں خود فیصلہ کرنا ہے۔ اس طرح سے دعوت کے مخاطبین کی ذمہ داری واضح ہو گئی کہ بھلائی کو اختیار کرنا یا

Marfat.com

نہ کرنا انسان کا اپنا اختیار ہے اور اپنے مفاد میں ہے۔ اس میں اس پر کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ داعی کی ذمہ داری یہ کہہ کر واضح کر دی کہ "میں تمہارے اوپر کوئی وکیل بنا کر نہیں بھیجا گیا"۔ یعنی داعی کا کام لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں ہے بلکہ دعوت کو احسن انداز میں پہنچانا ہے۔ لہٰذا جو توحید کی دعوت لے کر کھڑا ہو' جس طرح ہم کھڑے ہوئے ہیں' جو اللہ کے دین کی طرف بلانے کے لیے اٹھے جس کی تشریح کر دی گئی ہے' جو اللہ کی بندگی اور فقیری کی دعوت دے' تو اسے یہ بھی جاننا چاہیے کہ جو کوئی ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا اللہ اسے ہدایت کا راستہ دکھا دے گا اور بھلائی اس کے حصے میں آئے گی' اور جو برائی کا راستہ اختیار کرے گا تو اس کے حصے میں برائی آئے گی۔

ہر داعی کو جاننا چاہیے کہ اللہ نے اس کو یہ اختیار دے کر نہیں بھیجا کہ وہ لوگوں کو زبردستی صحیح راہ پر لے آئے۔ داعی جس بات کے لیے مسئول ہے' یا ہم جس بات کے لیے مسئول ہیں' وہ صرف یہ ہے کہ ہم بات کو پہنچا دیں' اختیار کرنا یا نہ کرنا یہ سننے والے کی ذمہ داری ہے۔ یہاں اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جو کوئی بھلائی اختیار کرے گا اس کی بھلائی اور نفع بھی اس کے اپنے لیے ہے' کسی پر کوئی احسان نہیں۔ اسی طرح جو بھلائی اختیار نہیں کرے گا اور بھٹک جائے گا تو اس کی ذمہ داری بھی اس کے اپنے اوپر ہے۔ اس لیے کہ اس بات کا انسان کو اختیار دیا گیا ہے اور یہی اس کا امتحان ہے۔

اس کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو مخاطب کر کے دو قیمتی ہدایات فرمائی ہیں جو حق اور سچ کے لیے اور ہر اس شخص کے لیے ضروری ہیں جو توحید کی دعوت لے کر کھڑا ہو۔ فرمایا:

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ (۱۰:۱۰۹) اور پیروی کرو' پیچھے چلو اس چیز کے کہ جو تمہاری طرف وحی کی گئی۔

پہلی بات یہ کہی کہ وحی تو اللہ کی طرف سے ہدایت ہے اور اللہ کی کتاب میں بیان کی

Marfat.com

گئی ہے۔ جو بھی اللہ کے رسولؐ کی طرح رسالت کا کام کر رہا ہو' پیغام پہنچانے کا کام کر رہا ہو' یا دعوت کا کام کر رہا ہو اس کے لیے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ خود اس پیغام کے اوپر عمل کی کوشش کرے اور اس کی پیروی کرے اور اللہ نے جو ہدایات دی ہیں ان کو اختیار کرے۔

دوسری بات یہ فرمائی:

وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ ج (۱۰:۱۰۹) اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے۔

یہاں فیصلہ کرنے سے مراد ان لوگوں کا فیصلہ ہے جو حق کی آواز کو سننے والے ہیں اور ان امور کا فیصلہ کرنا ہے جن کے لیے داعی کوشاں ہوتا ہے۔ ہدایت کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ خود داعی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کو اپنی حدود کو پہچاننا چاہیے اور اسی سے صبر کی بنیاد پیدا ہوتی ہے۔ جب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے' ذمہ داری بندوں کی ہے' سننے والوں کی ہے کہ مانیں یا نہ مانیں' تو داعی کا کام یہ ہے کہ وہ مخالفتوں کے باوجود' لوگوں کے نہ ماننے کے باوجود' کامیابی نہ ہونے کے باوجود صبر کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دے:

حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ ج وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ (۱۰:۱۰۹) یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

یہ بدگمانیاں بھی نہیں کرنا چاہییں کہ اللہ تعالیٰ کوئی غلط فیصلہ کر دے گا' یا اگر دیر لگ رہی ہے تو کیوں لگ رہی ہے؟ لوگ نہیں مان رہے تو کیوں نہیں مان رہے؟ وہ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے' اس بات پر بھی یقین ضروری ہے۔

اس طرح ان چند آیات کے اندر دین کی روح اور دین کا پورا قالب بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

دین کی بنیاد صرف توحید اور اللہ کی بندگی کی دعوت ہے۔ اس کی تشریح میں ایمان' اسلام اور حنیفیت' ان تین چیزوں کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ کے ساتھ استعانت کے تعلق کو واضح کیا گیا ہے کہ وہی نفع اور نقصان کا مالک ہے اور اللہ کے علاوہ کسی سے کچھ نہیں مانگنا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو محتاج نہیں سمجھنا۔ یہ صرف اللہ ہی ہے کہ جو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔ پھر دعوت دینے والے اور دعوت کو سننے والوں کی ذمہ داری کا تعین کیا گیا ہے کہ جو سننے والا ہے اس کا کام یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرے اور مانے۔ اگر وہ حق کی پیروی کرے گا تو وہ اپنے ہی نفس کے لیے بھلا کرے گا اور اگر پیروی نہیں کرے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ داعی کے فرض اور دائرہ کار کا تعین بھی کر دیا گیا ہے کہ اسے کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ لازماً لوگوں سے بات منوائے اور انھیں مسلمان کرے۔ اس کا کام یہ ہے کہ اللہ کے دین کی اور اس کی وحی کی پیروی میں لگا رہے' دعوت کا کام کرے اور صبر کے ساتھ اس کام میں لگا رہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ اور آپؐ کے ذریعے اس امت کے لیے کہ جو آپؐ کے کام کے لیے ذمہ دار بنائی گئی ہے' اور ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اس کام کو اپنے ذمے لیا ہے' بہت قیمتی ہدایات کو سمیٹ کر بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

۷

دعوت: وعدے اور تقاضے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ
وَمَا قَلٰى ۝٣ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝٥ اَلَمْ يَجِدْكَ
يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝٧ وَوَجَدَكَ
عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا
السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١

(سورة الضحٰى ٩٣: ١-١١)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کو مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی بڑا عظیم الشان اور بڑا مشکل کام ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر اپنی کتاب کے ذریعے آپؐ کی راہنمائی فرمائی۔ اگرچہ کتاب جو اس نے نازل فرمائی وہ ہر زمانے کے لیے ہے اور ہر شخص کے لیے ہے، لیکن اس کے بعض حصے وہ ہیں جو اس نے اپنے حبیبؐ کو خاص طور پر مخاطب کر کے نازل فرمائے۔ انھی میں سے ایک حصہ سورۃ الضحیٰ ہے۔

اس مختصر سی سورہ میں جو گیارہ آیات پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مخاطب کر کے دعوت اور جہاد کے مختلف مراحل میں آپؐ کو جن مشکلات کا سامنا تھا ان کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ اگرچہ یہ سورہ آپؐ کے لیے خاص ہے لیکن دعوت کا جو عظیم الشان کام آپؐ کے سپرد کیا گیا تھا وہ ساری امت کے اوپر بھی عائد ہوتا ہے۔ اس لیے آپؐ کو جو ہدایات دی گئیں ان کے مخاطب ہم سب بھی ہیں۔ ہم امید کر سکتے ہیں کہ آپؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جس لطف و محبت سے خطاب فرمایا ہے اس میں سے کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

اس سورہ کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ جو دو آیات پر مشتمل ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی قسم کھائی ہے۔ اس کے بعد کا حصہ جو تین آیات پر مشتمل ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو بشارت دی ہے اور اپنی حمایت و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد کا حصہ جو تین آیات پر مشتمل ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی سے

Marfat.com

وہ دلائل و حقائق پیش فرمائے ہیں جن میں اللہ نے آپؐ کی نصرت فرمائی اور آپؐ کی دستگیری کی۔ اور آخری تین آیات میں آپؐ کو ہدایات دی گئیں۔

وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○ (الضحٰی ۹۳:۱-۲) قسم ہے روز روشن کی اور قسم ہے رات کی جب وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے۔

قرآن مجید میں جب قسم کھائی جاتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ثابت کیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ نے قسمیں اسی مقصد کے لیے کھائی ہیں۔ ان قسموں سے یہاں پر جو ثابت کرنا مقصود ہے اس کا ذکر اگلی تین آیات میں ہے۔ فرمایا:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ○ (۹۳: ۳) نہیں چھوڑ دیا آپؐ کو آپؐ کے رب نے اور نہ وہ آپؐ سے ناراض ہوا۔

نبی کریمؐ دعوت کا جو کام کر رہے تھے اس میں مشکلات بھی تھیں' مایوسیاں بھی تھیں اور لوگ بھی ساتھ نہیں دیتے تھے۔ اس سے ہمت شکنی ہوتی تھی۔ ان حالات میں آپؐ کی تسلی' اطمینان اور دل کی مضبوطی کا ایک ہی سہارا تھا اور وہ تھا اپنے رب کا کلام۔ جو لمحات اپنے رب کی صحبت میں گزرتے' رات کے قیام میں گزرتے' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ آپؐ سے خطاب فرماتا' یہی آپؐ کا زاد راہ تھا اور یہی آپؐ کی تسلی اور اطمینان کا سہارا بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ وحی کا نزول تو اللہ کی حکمت اور دعوت کے لحاظ سے ہوتا تھا' آپؐ کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ جب وحی کی غذا نہیں ملتی تھی تو آپؐ کو یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید میرا رب مجھ سے ناراض ہے۔ اسی طرح جب لوگ مان کر نہیں دیتے تھے تو آپؐ کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ شاید اس میں میرا کوئی قصور' خامی یا کوتاہی ہو گی۔ یہ خیالات آپؐ کو پریشان کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو قسمیں کھائی ہیں یعنی روشن دن کی' اور رات کی' جب کہ وہ چھا جائے۔ بعض لوگوں کے نزدیک روشن دن سے وہ وقت مراد ہے جب دن چڑھ جاتا

Marfat.com

ہے یعنی پورے دن کی جس وقت وہ روشن ہوتا ہے' اور رات کے اس وقت کی جب رات سکون اور خاموشی کے ساتھ چھا جائے۔ دونوں قسموں کا تعلق یہ ہے کہ جس طرح انسان کی زندگی کے لیے رات اور دن دونوں کا آنا ضروری ہے' اسی طرح مشکل اور آسانی' تنگی اور فراخی' آرام اور آزمائش یہ دو چیزیں تربیت اور دعوت کے لیے ناگزیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر کبھی آپؐ سے خطاب نہیں فرماتا اور کبھی فرماتا ہے' یعنی کبھی وحی کی روشنی چمکتی ہے اور کبھی نہیں چمکتی' تو یہ وقفہ آپؐ کے سکون اور روح کے اطمینان کے لیے ہوتا ہے۔ اس سے آپؐ کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ آپؐ کے رب نے آپؐ کو چھوڑ دیا ہے یا وہ آپؐ سے ناراض ہوگیا ہے۔ اس میں تسلی اور سہارا بھی ہے' لطف اور محبت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی یقین دہانی بھی کہ وہ آپؐ کے ساتھ ہے' آپؐ کا پشت پناہ ہے' اور وہ آپؐ کی حمایت و نصرت فرما رہا ہے۔ فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ (۹۳:۴) اور جو کہ بعد میں آنے والا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کہ پہلے ہے۔

آخرت کا لفظ ہم اس زندگی کے لیے استعمال کرتے ہیں جو موت کے بعد ہو گی۔ لیکن عربی زبان کی رو سے آخرت ہر وہ چیز ہے جو بعد میں آنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اس لفظ کو وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس لیے دونوں ہی معنی مراد ہیں' یعنی دنیا کے وہ مراحل جو کہ بعد میں آنے والے ہیں' اور دنیا کے بعد آخرت بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بشارت اور خوشخبری ہے کہ آپؐ کی زندگی کے جو بعد میں آنے والے دور ہیں' وہ اس پچھلے دور سے بہتر ہوں گے۔

یہاں خیر کے لفظ کی تشریح نہیں کی گئی ہے کہ یہ کس لحاظ سے بہتر ہے۔ گویا آنے والا وقت ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے موجودہ وقت سے بہتر ہو گا۔ اور آخرت میں تو آپؐ کا جو مقام اور مرتبہ ہو گا اور جو آپؐ کے لیے اجر ہو گا ظاہر ہے کہ وہ دنیا کے مقابلے میں

Marfat.com

کس درجے اعلیٰ و ارفع ہو گا۔ یہ ایک ایسی خوشخبری ہے جو حضورؐ نے اپنی زندگی میں بھی دیکھ لی۔ ایک وقت وہ تھا کہ آپؐ مکہ میں یکہ و تنہا تھے اور دشمنوں سے بچنے کے لیے چھپتے چھپاتے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے اور کہاں وہ وقت آیا کہ پورے عرب نے آپؐ کی دعوت قبول کرلی اور پھر آپؐ کی زندگی کے بعد یہ دعوت پوری دنیا کے اندر پھیل گئی اور جو مخالف تھے وہ دوست بن گئے اور جو نہ ماننے والے تھے وہ ماننے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ یہی وہ خوش خبری ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دی تھی کہ موجودہ سختی کے مراحل کے بعد آنے والے مراحل آپؐ کے لیے ہر لحاظ سے 'بھلائی اور بہتری کے مراحل ہوں گے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (۵:۹۳) اور عنقریب آپؐ کا رب آپؐ کو عطا کرے گا' اتنا عطا کرے گا' کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے۔

یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ وہ کیا عطا کرے گا لیکن اس کے اندر ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو عطا فرمائی۔ آپؐ کے ذکر کی بلندی' آپؐ کی کامیابی' آپؐ کی دعوت کا غلبہ' آپؐ جو پیغام لے کر آئے تھے اس پیغام کا چرچا' اور پوری دنیا کے اندر ہزاروں سال تک امت کی سربلندی' یہ ساری چیزیں وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ (آپ کا رب عنقریب آپ کو عطا کرے گا) میں شامل ہیں۔ یہ قرآن مجید کا انداز بیان ہے کہ صرف ایک لفظ فَتَرْضٰى سے اظہار کر دیا کہ اتنا دے گا' اتنا دے گا کہ آپؐ نہال ہو جائیں گے' آپؐ راضی ہو جائیں گے۔ پھر اللہ اپنے محبوب کو' اپنے حبیب کو راضی کرنے کی جو خوشخبری اس آیت کے اندر دے رہا ہے وہ آپؐ کے لیے بڑے سکون' تسلی اور سہارے کا باعث تھی۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ محض بشارت نہیں ہے' بلکہ اس کی پوری نشانیاں تمھاری اپنی زندگی کے اندر موجود ہیں۔ یعنی یہ محض رات اور دن' کائنات' آنے والے ادوار یا تاریکی اور روشنی کی باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ اگر تم پلٹ کر اپنی زندگی پر نظر ڈالو تو دیکھو

Marfat.com

گے کہ اللہ نے کبھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اس نے ہر مشکل کو آسان کیا اور ہر حالت میں تمہاری دستگیری کی اور ہر جگہ اس کی محبت اور شفقت تمہارے شامل حال رہی۔ فرمایا:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ○ (۹۳:۶) کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ دیا۔

یہ آپؐ کے بچپن کی طرف اشارہ ہے۔ یتیم تو ویسے ہی بے کس اور بے سہارا ہوتا ہے۔ خصوصاً عرب کے معاشرے میں جس کی قرآن نے تصویر کھینچی ہے کہ یہاں کمزور دبا کر رکھے جاتے تھے اور یتیموں کے ساتھ انتہائی برا سلوک ہوتا تھا' ان کا مال اسباب کھالیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں آپؐ کے چچا کو' آپؐ کے دادا کو' آپؐ کے خاندان کو' سب کو آپؐ کی پرورش کے لیے اس طریقے سے اپنی رحمت سے آمادہ کر دیا جس طرح اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے محل میں فرمائی۔ اے نبیؐ' یہ پہلا زندگی کا تجربہ آپؐ کے سامنے موجود ہے۔ یہ ایک کھلی دلیل ہے کہ اللہ نے بچپن سے آپؐ کی دستگیری کی ہے۔ آپؐ یتیم تھے تو اس نے آپؐ کی پرورش کا پورا انتظام کیا۔ آگے فرمایا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ○ (۹۳:۷) اس نے ناواقف راہ پایا تو آپ کو ہدایت دی۔

اس کے بعد دوسری دلیل دی کہ اللہ نے آپؐ کو راہ تلاش کرتے ہوئے ناواقف پایا تو اس نے آپؐ کو سیدھی راہ پر لگا دیا۔ ضَآلًّا کا لفظ عربی زبان میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں تو ہم سمجھتے ہیں کہ جو آدمی گمراہ ہو' اسے ہم کہتے ہیں کہ ضَآلًّا' لیکن عربی زبان میں یہ ناواقف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معنوں کے اندر بھی آتا ہے کہ جو اس تلاش میں ہے کہ کیا کروں' کدھر جاؤں۔ نبی کریمؐ کو یہ تمام ذہنی کیفیات درپیش تھیں۔ قرآن پاک نے حضورؐ کی ان ساری کیفیات کی طرف خود اشارہ فرمایا ہے کہ اگرچہ آپؐ کبھی بھی کسی گمراہی کے اندر مبتلا نہیں ہوئے لیکن ایمان کیا ہے؟ اللہ کی

Marfat.com

صفات کیا ہیں؟ اللہ کے احکام کیا ہیں؟ یہ علم آپؐ کو نبوت سے پہلے نہیں تھا۔ کس راستے پہ چلوں؟ کس راستے پر جاؤں کہ بہتری ہو' یہ آپؐ کو معلوم نہیں تھا۔ فرمایا' جب ہم نے آپؐ کو راہ حق کی تلاش میں پایا تو سیدھے راستے پر لگا دیا۔ ہمارا ہاتھ آگے بڑھا اور آپؐ کی سرپرستی کی۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلاً فَاَغْنٰى ○ (۸:۹۳) اور آپؐ کو مفلس پایا پھر آپؐ کو غنی کر دیا۔

مالی طور پر بھی آپؐ کی حالت خراب تھی۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی اور تجارتی قافلوں کے ذریعے آپؐ خوشحال ہو گئے۔ لیکن یہاں صرف مادی خوش حالی کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ اصل دولت تو دل کی دولت ہے۔ آپؐ کا دل جو تلاش حق کے لیے خالی تھا' اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی نعمت دے کر اسے بھر دیا اور آپؐ کو دولت ایمان سے سرفراز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تینوں نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور ان تین آیات میں آپؐ کی زندگی کی تصویر کھینچ کر آپؐ کو تسکین اور تسلی اور سہارا دیا ہے۔

پھر اس کے بعد تین ہدایات دی ہیں۔ فرمایا:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (۹:۹۳-۱۱) دیکھو' یتیم کو دبانا مت' اس کا حق مت مارنا' اور جو مانگنے والا ہے اس کو جھڑکنا مت۔ اور تمہارے رب کی تمہارے اوپر جو نعمت ہے اس کا بیان کرنا۔

اگرچہ یہ تین مختصر سی ہدایات ہیں لیکن ان کے اندر داعی کے لیے' دعوت کے لیے' معاشرے کے لیے اور اس نظام کے لیے مکمل ہدایات بیان کر دی گئی ہیں۔

پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ معاشرے کے اندر جو لاچار اور بے بس طبقات ہوں' جو لوگ بے چارگی اور محرومی کا شکار ہوں' کوئی ان کا دست نگر نہ ہو اور جو لوگ مظلوم ہوں ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ اس بات کی ہدایت داعی کو بھی کی گئی ہے اور داعی جو ریاست اور معاشرہ تعمیر کرے گا اس میں بھی ان طبقات کے حقوق کا احترام

Marfat.com

اور تحفظ کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جو مانگنے والا ہو' اس کو جھڑکنا مت۔ اگر دینے کے لیے نہ ہو تو جیسا کہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ بھلے طریقے سے انکار کر دو اور اگر ہو تو اس کو دے دو۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ بڑے فیاض تھے۔ دونوں ہاتھوں سے دیا کرتے تھے۔ آپؐ کے در سے کوئی مانگنے والا خالی ہاتھ نہیں جایا کرتا تھا۔ سائل کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک' مانگنے والا اور دوسرے' سوال پوچھنے کے معنی ہیں۔ مانگنے والے کے لیے جہاں فیاضی و نرمی کا حکم ہے وہیں اگر کوئی دین کے بارے میں سوال پوچھے تو اس سے بھی نرمی اور محبت کا سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ اے نبیؐ اگر آپؐ کے پاس کوئی دین سیکھنے کے لیے آئے تو اس کے ساتھ بھی آپؐ محبت اور نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اس کے سوال کا جواب نرمی سے دیں اور اس کی جو طلب ہو اس کو پورا کریں۔ اور جس حق کی اس کو تلاش ہے وہ حق اس کو فراہم کریں۔

آخری بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ جو تمہارے رب کی نعمت ہے اس کا بیان کرو۔ یہاں "نعمت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کسی بھی نعمت پر اظہار شکر یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبان سے اس کا بیان بھی کرے اور اس کا اقرار بھی کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔ "نعمت" کے اندر دنیا کی نعمتیں بھی شامل ہیں اور آخرت کی نعمتیں بھی شامل ہیں۔ درحقیقت اصل نعمت تو ہدایت تھی جو اللہ نے آپؐ کو عنایت فرمائی تھی۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو بیان کرو' اس کا چرچا کرو۔ لہٰذا داعی کا کام یہ ہے کہ اللہ نے جتنی بھی نعمتیں اسے دی ہیں ان کا وہ حق ادا کرے اور خاص طور پر ہدایت کی جو نعمت اس نے عطا کی ہے اس نعمت کو بھی بیان کرے اور اسے عام کرے۔

اللہ نے ان گیارہ آیتوں میں دریا کو سمیٹ کر کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کائنات کا تذکرہ' رات اور دن کا آنا جانا یعنی سختی اور آسانی کا پہلو آپؐ کے بچپن کی زندگی اور دیگر

Marfat.com

مراحل کا ذکر کر کے اللہ نے آپؐ کے ساتھ شفقت اور دست گیری کا اظہار کیا ہے کہ اللہ آپؐ کے ساتھ ہے۔ اس نے آپؐ کو پہلے بھی تنہا نہیں چھوڑا تھا' اب بھی نہیں چھوڑے گا۔ یہ محبت کا ایک پیغام ہے جو اللہ نے دیا ہے اور اس طرح سے آپؐ کو سہارا اور تسلی دی ہے۔

آج امت کو وہی کام کرنا ہے جو حضورؐ نے کیا تھا۔ یہی آیات اس کے لیے چراغ راہ ہیں۔ اس امت کے اوپر اچھے وقت بھی آئے ہیں اور برے دور بھی۔ اس سے اگلی سورہ' الم نشرح میں ہی فرمایا ہے کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (الم نشرح ۹۴:۶) "بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے"۔ یعنی ہر تنگی کے بعد آسانی ہے اور ہر پستی کے بعد بلندی ہے۔

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کیے ہیں کہ معاشرے کے اندر' گھر اور محلے کے اندر جو لوگ مظلوم اور بے کس ہیں ان کی دست گیری کرنا' جو مانگنے والے ہیں ان کے ساتھ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا' اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں ان کو اسی کی سمجھنا' ان کا اظہار کرنا' اس کا شکر کرنا' اور ہدایت کی جو نعمت اس نے عطا کی ہے' اس کو انسانوں کے سامنے بیان کرنا۔ اگرچہ بہ ظاہر خطاب اپنے حبیبؐ سے ہے اور یہ سورہ خاص طور پر ان کے لیے نازل فرمائی تھی لیکن اس کی ہدایات ہر زمانے کے لیے ہیں اور ہمارے لیے بھی ہیں۔ آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم اس محبت اور عنایت میں جو اللہ کی اپنے نبیؐ کے اوپر ہوئی تھی' شریک ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے سپرد کی تھی' وہ مشن' ہدایت' اور حق کی دعوت پہنچانے کی ذمہ داری' رہتی دنیا تک اب امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبی کریمؐ سے سربلندی و سرفرازی کے وعدے فرمائے تھے' وہ تمام وعدے ہمارے ساتھ بھی کیے ہیں۔ یہ بشارتیں' کہ: وَلاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ال عمران ۳:

Marfat.com

۱۳۹) "دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے' اگر تم مومن ہو"۔ یا اسی طرح فرمایا: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص (النور ۲۴:۵۵) "اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے" ' ہمارے لیے بھی ہیں۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم نبی کریمؐ کے مشن کو لے کر اٹھیں' کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں نہ کہ ان کا حق ماریں' ظالم کا ہاتھ پکڑیں اور مظلوم کا ساتھ دیں' مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیں اور اگر کوئی حق کا متلاشی ہے تو اللہ کی نعمت' اس کی کتاب کا پیغام اس تک پہنچائیں۔ اس کی تبلیغ کریں' اسے پھیلائیں اور خود بھی زبان و عمل سے حق کی شہادت دیں۔

اس مختصر سی سورہ میں جو صرف ۴۰ الفاظ پر مشتمل ہے' ہمارے لیے مقصد زندگی' لائحہ عمل' نبی کریمؐ سے تعلق' ان کے مشن کی نوعیت' اور امت مسلمہ کی ذمہ داری جیسے اہم مضامین یک جا کر دیے گئے ہیں۔ اسی سے اس کی جامعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ نماز میں یہ سورہ باربار پڑھی جاتی ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ اس میں ہمارے لیے کیا ہدایت اور عزت و سربلندی کا کیا پیغام ہے!

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

۸

هجرت و جہاد

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّ
الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا
مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً
فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً
وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى الْاَرْضِ
مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (سورة النساء ۴: ۹۵-۱۰۰)

Marfat.com

ہم جو کام بھی کرتے ہیں ہماری خواہش ہوتی ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔ اگر ہمارے سامنے دو کاروبار ہوں تو ہم وہ کاروبار کریں گے جس میں منافع زیادہ ہو' جس میں ہمیں زیادہ پیسہ اور روپیہ ملے۔ دین کے بھی اعمال بہت سارے ہیں۔ ہم نماز پڑھتے ہیں' صدقہ دیتے ہیں' میلاد کرتے ہیں' فاتحہ دیتے ہیں' یہ سارے اعمال نیکی کے اعمال ہیں۔ دین میں کون سا عمل ایسا ہے جو سب سے اونچا عمل ہو؟ یہ عمل تو وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود یہ کہا ہو کہ یہ سب سے اونچا عمل ہے اور جس کا درجہ سب سے بلند ہے۔

اگر آپ تھوڑا سا غور کریں تو یہ عمل وہی ہو سکتا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ہو۔ اگر کسی کے پاس بہت سے غلام ہوں لیکن وہ غلام جو اپنے آقا کے لیے سب کچھ لگا دے' جان بھی لڑا دے' اس کا درجہ سب سے اونچا ہوتا ہے۔ ہمارے دین کی زبان میں اس کام کو جہاد کہتے ہیں۔ ہم سب اس لفظ کو جانتے اور بولتے ہیں۔ جہاد کا کیا درجہ ہے؟ اللہ کی راہ میں نکلنے کا کیا مقام ہے؟ یہی وہ چیز ہے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جگہ جگہ بتائی ہے۔

سورۃ النساء کی یہ آیات (۹۵-۱۰۰) جو میں آپ کے سامنے رکھوں گا ان میں بھی اسی بات کو کھول کر ہمارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم ان پر غور کریں تو پھر ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ ہمیں اپنا وقت' محنت اور کوشش دراصل کس کام میں لگانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

لاَ يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (النساء ۴: ۹۵) نہیں برابر ہو سکتے بیٹھے رہنے والے' مومنین میں سے' جن کے پاس کوئی عذر نہ ہو اور وہ جو جہاد کرنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنی مالوں سے اور اپنی جانوں کے ساتھ۔

بڑی صاف بات آگئی ہے کہ ایک وہ ہیں' جو جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور ایک وہ ہیں جو جہاد کے لیے نکلتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو مجبور بھی نہیں ہیں لیکن پھر بھی جہاد پر نہیں جاتے' اور ایک وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوتے ہیں' محنت کرتے ہیں' کوشش کرتے ہیں' مال بھی لگاتے ہیں اور وقت بھی' اور ضرورت پڑے تو جان بھی اللہ کے حضور قربان کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ اللہ کے ہاں کس کا درجہ اونچا ہے؟ وہ جو صرف گوشے میں بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے یا وہ جو نماز بھی پڑھے' اللہ کی راہ میں نکل کر جہاد بھی کرے' یا وہ جو صرف اپنے اہل و عیال کی خدمت کرتا رہے یا وہ جو اہل و عیال کی خدمت بھی کرے اور پھر اللہ کی راہ میں نکل کر جہاد بھی کرے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلند درجہ تو مجاہدین کا ہے۔ فرمایا:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (۴:۹۵) اللہ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے مال لگا کر اپنی جانیں دے کر جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر بڑا درجہ دیا ہے' ان کا درجہ بڑھا دیا ہے اور انھیں فضیلت دی ہے۔ یہ فضیلت کیا ہے؟ یہ درجہ کیا ہے؟ یہ بھی اس نے بتایا ہے اور اسے بھی آگے چل کر بیان کرتا ہے لیکن بیچ میں اس نے ایک بات اور ظاہر کر دی ہے۔ فرمایا ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا

Marfat.com

○ (۹۵:۴) اگرچہ ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے' مگر اس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔

ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے مگر جو مومن ہو گا' نیک عمل کرے گا' اس کو اس کے ایمان اور نیک عمل کا بدلہ ضرور ملے گا اور دوسروں سے زیادہ ملے گا۔ اگر جہاد کے لیے کوئی ایسا وقت آجائے' جب کہ ہر ایک کے لیے جہاد ضروری ہو تو پھر تو بیٹھے رہ جانے والے پر اللہ کی طرف سے ناراضی بھی آسکتی ہے اور آئی ہے۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی ایسے بہت سارے مواقع آئے جب آپؐ نے سب سے کہا کہ جہاد کے لیے نکلو' تو جو لوگ اس وقت بیٹھے رہے ان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا۔ البتہ عام حالات میں ہر ایک کو جہاد میں جا کر لڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ نے فرمایا کہ جو آگے بڑھ جائیں' جان قربان کرنے کو تیار ہوں' اور اپنا مال لگا دیں تو ان کا درجہ اونچا ہے لیکن جو بھی اللہ کی طرف جائے گا' نیک عمل کرے گا' اس کا بھی کوئی عمل ضائع نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا۔ ہاں' جو جان چرائے گا' بہانے بنائے گا' یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جان چرانا اور بہانے بنانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر ہو گیا تو اس سے تمام نیک اعمال ضائع ہو سکتے ہیں۔

یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خود ہی رحم کرنے والا' اور انصاف کرنے والا ہے اور جو بالآخر سب کا فیصلہ کر دے گا' اس نے خود بتا دیا کہ اگر بہت اونچے مقام کی طلب ہے تو وہ جہاد کے ذریعے ملتا ہے۔ وہ مقام بلند اور بلند درجہ کیا ہے؟ فرمایا:

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (۹۶:۴) ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے' اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر جو فضیلت دی ہے یہ اجر عظیم کے ذریعے دی ہے۔

Marfat.com

بہت بڑا اجر اس نے مجاہدین کے لیے رکھا ہے۔ وہ اجر کیا ہے؟ فرمایا کہ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً' اللہ کی طرف سے اونچے درجات ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ مجاہدین کے لیے جنت میں دو درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

بادشاہوں کے دربار میں جو جتنا قریب ہوتے ہیں وہ اتنے ہی اونچے مراتب پر فائز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کرسیوں پر بیٹھتے ہیں یہاں تک کہ بادشاہ سے قریب آجاتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی نقشہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی دکھایا ہے کہ جو اللہ کے اتنے زیادہ وفادار ہوں کہ آگے بڑھ کر اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کر دیں' اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں کھپا دیں' حتیٰ کہ جان بھی قربان کر دیں تو ان کو اللہ تعالیٰ اپنے سے خوب قریب کر لیتا ہے۔ وہ اس کے بہت مقرب ہو جاتے ہیں اور اس سے قریب تر ہو جاتے ہیں۔

اللہ سے مقرب ہونے کا راستہ رکوع و سجود اور نمازیں بھی ہیں لیکن سب سے اونچے درجات تو اس طرح ملتے ہیں کہ آدمی نماز اور ذکر سے فارغ ہو تو اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو' اس کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر اس کے لیے تمام گناہوں سے مغفرت بھی ہے۔ ہر آدمی سے گناہ ہوتے ہیں اور گناہوں کی معافی کے بغیر ہماری نجات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے سارے گناہ معاف فرما دے گا اور پھر اپنی رحمت کا مستحق بھی ٹھیرائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت کا صرف ایک حصہ دنیا کے اندر ہے تو کتنی رحمت نظر آتی ہے۔ ننانوے حصے اس نے قیامت کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ اس کی رحمت تو بے پایاں ہے۔ نہ جانے کتنی رحمتیں اور نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ان کا آج کوئی تصور کر سکتا ہے' وہ سب ملیں گی' اس بات کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

یہ ہے جہاد کا مقام اللہ کے ہاں! نیک عمل کا بدلہ سبھی پائیں گے لیکن بڑا نادان اور بیوقوف ہو گا وہ جس کے سامنے اللہ سے قریب ہونے کا اور انتہائی بلندی درجات کا راستہ کھلا ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر محض چند سکوں اور چند ٹکوں کی خاطر اپنی ساری زندگی گزار دے۔

اس کے بعد ایک اور منظر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط (۴:۹۷) جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟

ذرا آپ آنکھوں کے سامنے نقشہ لایئے کہ نزع کا عالم ہے' کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی جان فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں ہو؟ تم نے کس طرح زندگی گزاری؟ وہ جواب دیتے ہیں:

قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ (۴:۹۷) انھوں نے جواب دیا' ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔

یعنی وہ کہیں گے کہ کیا کریں' ہم تو مجبور تھے اور ناتواں تھے' ہم کو دبا لیا گیا تھا۔

فرشتے کہیں گے:

قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا (۴:۹۷) کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟

اس طرح سے یہاں ہجرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

جب اللہ کے نبیؐ تشریف لائے' دین کی دعوت دی' لوگوں نے دین قبول کر لیا' مکہ سے ہجرت کر کے مدینے گئے اور آپؐ نے مسلمانوں کو آباد کیا۔ پھر آپؐ نے جہاد شروع

Marfat.com

کیا۔ اس کے بعد جو آدمی جہاں بھی کفر کی دنیا میں تھا' کفر کی زمین میں رہتا تھا اس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ کفر کی سرزمین سے نکل آئے' یعنی دارا لکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرے۔ ایک مومن یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ وہ کفر کی معاشرے میں اور کفر کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا ہے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں۔

ان کا انجام یہ ہو گا کہ فرشتے ان سے سوال و جواب کریں گے۔ اس سوال و جواب کے اندر خود ہی اللہ کی طرف سے بڑے غضب اور ڈانٹ کا اظہار کریں گے کہ دین کے معاملے میں تم کس حال میں تھے؟ ان کا بہانہ یہ ہو گا کہ ان کے پاس تو سب کچھ تھا' مال بھی تھا' نکل بھی سکتے تھے' مدینے بھی جا سکتے تھے' اپنے ایمان کو بچا بھی سکتے تھے مگر وہ مجبور تھے۔ فرشتے اس بات پر کہیں گے کہ خدا کی زمین تو وسیع تھی۔ تم جس طرف چاہتے جا سکتے تھے' لیکن پھر بھی تم نہیں گئے۔ دراصل تم نے بغیر کسی عذر کے اللہ کے رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کی۔ ایمان کے مقابلے میں کفر کے ساتھ رہنے کو پسند کیا۔ اب اس کا بدلہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جہنم ہی تمہارا ٹھکانا ہو:

فَاُولٰئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (۴:۹۷) یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے' اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔

ہمارے سامنے یہ انجام ان لوگوں کا آیا جو گناہ کی زندگی گزار رہے تھے' کفر کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے' اور اس کے باوجود کہ ان کے پاس قوت اور طاقت تھی' مال تھا' سب کچھ تھا مگر وہ اس کو بدلنے کے لیے کچھ نہیں کر رہے تھے۔ لہٰذا جو آدمی اللہ کی نافرمانی پر راضی ہو جائے اور اللہ کے حکم کو نہ مانے اور ایسی زندگی گزارتا رہے جو اللہ کو ناپسند ہے تو پھر اس کے لیے اللہ نے بڑی سخت بات یہاں پر کہی ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد ان کے عذر کی وضاحت کی کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مجبور کر دیے گئے تھے۔ درحقیقت یہ لوگ مجبور نہیں تھے۔ اگر واقعی مجبور ہوتے تو اللہ تعالیٰ انھیں سزا نہ دیتا اور ان کو معاف کر دیتا۔ مجبور تو دوسرے لوگ تھے۔ ان کا حال یوں بیان کیا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ○ (۹۸:۴) ہاں' جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے۔

عورتوں اور بچوں میں سے جو ناتواں اور مجبور تھے' وہ بے بس تھے۔ گناہ کی زندگی سے یا کفر کے معاشرے سے نکلنے کے لیے نہ کوئی تدبیر کر سکتے تھے اور نہ کوئی راستہ ان کے لیے کھل رہا تھا۔ ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی مجبوریاں بھی جانتا ہے۔ جو بہت زیادہ مجبور ہیں' ہجرت نہیں کر سکتے' ان پر اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر آج بھی کوئی مجبور ہے تو اس کے لیے بھی کوئی مواخذہ نہیں۔ فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ (۹۹:۴) بعید نہیں کہ اللہ انھیں معاف کر دے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

پس یہ وہ لوگ ہیں کہ امید ہے اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو معاف فرما دے گا۔ بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے اور بڑا بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوامخواہ سزا نہیں دیتا۔ واقعی اگر کوئی مجبور ہے' اس کے پاس کوئی عذر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ لیکن اگر کوئی مجبور نہیں ہے محض بہانے بنا کر اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے' تو پھر اللہ کی طرف سے اس پر پکڑ ہو گی۔ ایسے لوگوں کے لیے دوزخ کی اور عبرت ناک انجام کی وعید سنائی گئی ہے۔

Marfat.com

جو اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہوا' اس کا کیا اجر ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (۴:۱۰۰) جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسراوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا۔

اصل چیز تو یہ ہے کہ آدمی اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو۔ اگر اللہ کے رسولؐ کا حکم ہو کہ بستیاں چھوڑ دو' ہماری طرف آؤ تو آدمی نکل کھڑا ہو۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو پھر اس کے لیے اللہ کی طرف سے بڑی بشارتیں اور بڑے وعدے ہیں کہ وہ ہر جگہ کشادگی پائے گا' راستے کھل جائیں گے اور زندگی بھی آسان ہو گی۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ ہم ارادہ کریں' عزم کریں' نیت کریں اور اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوں۔ یہی وہ بات ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۴:۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے' پھر راستے ہی میں اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا' اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔

یعنی جو اپنے گھر سے مہاجر بن کر نکلے' اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف' پھر اس کو موت پکڑ لے تب بھی اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

درحقیقت اللہ کو مطلوب یہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوں' اور اس کی راہ میں کوشش کریں۔ جو بھی زندگی ہو' گناہ کی ہو یا نافرمانی کی' جس طرح کے بھی حالات ہوں' ہم اللہ کے بھروسے پر اس کی راہ میں جدوجہد کریں خواہ اس راہ میں جان بھی چلی جائے۔ ہمیں اس کے حکم کی تعمیل کے لیے عزم و ارادہ اور کوشش کرنی چاہیے۔

Marfat.com

اس پورے حصے پر آپ اگر غور کریں تو اس میں اللہ نے بڑا اہم پیغام دیا ہے۔ وہ پیغام یہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جان و مال سے جدوجہد کریں اور اس راہ میں ایسے کام کریں جو بلندی درجات کا باعث ہوں۔ اللہ کی راہ میں جہاد ان میں سے ایک ہے۔ ہم بیٹھ نہ رہیں' بہانے نہ بنائیں' یہ نہ سمجھیں کہ ہم مجبور ہیں بلکہ جو کچھ کر سکتے ہوں کر گزریں۔ اصل چیز تو عمل ہے۔ پہلے ہی قدم پر اللہ تعالیٰ راستہ بتائے گا' رہنمائی دے گا اور آسانیاں پیدا کرے گا اور راہیں کھولتا چلا جائے گا۔ اس کو کام کا پورا ہونا مطلوب نہیں ہے۔ ہمارے کاموں سے اسے کوئی غرض نہیں۔ اصل چیز تو ارادہ ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے یا نہیں۔ اس راہ میں پہلا قدم ہی منزل ہے۔ بس نکل کھڑا ہونا شرط ہے!

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی راہ میں نکلنے' نافرمانی کی زندگی چھوڑنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اور اس کے لیے راستہ کھول دے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

۹

ہمیشہ کی زندگی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ○ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِّنَ
الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ ۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا
سكته هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ اِنْ كَانَتْ اِلَّا
صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَاهُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ
نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ○ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ
مُتَّكِئُوْنَ ○ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۝ سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ
رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ
اعْبُدُوْنِىْ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ط
اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ○ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ اِصْلَوْهَا
الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ
اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (سورة يٰس

٣٦:٤٨-٦٥)

Marfat.com

ہم سب مرنے والوں پر سورہ یٰس کی تلاوت کرتے ہیں اور ہماری یہ خواہش ہوتی ہے کہ جب دم نکلے تو کوئی پاس سورہ یٰس پڑھ رہا ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے جان آسانی کے ساتھ نکلے گی۔ لیکن اس سورہ سے صرف دنیا میں ہی بدن سے جان آسانی سے نہیں نکلتی بلکہ یہ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم دنیا کی زندگی کیسے بسر کریں تاکہ جان نکلنے کے بعد جو زندگی آنے والی ہے' اس میں بھی آسانی ہمارے حصے میں آئے' اور وہاں کی مشکلات سے بھی ہم بچ سکیں۔

سورہ یٰس ہمیں آنے والی زندگی کی پوری تصویر دکھا دیتی ہے۔ اگر ہم اس تصویر کو اپنے ذہن میں رکھیں تو آج ہم اس آنے والی زندگی کی تیاری کر سکتے ہیں۔ اس سورہ کی کچھ آیات میں موت اور اس کے بعد پیش آنے والی زندگی کے ہر مرحلے کی تصویر اور نقشہ ہمارے سامنے کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے' نیز ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ وہاں کیا کچھ پیش آنے والا ہے۔ نکلنے کے بعد جو جان ملنے والی ہے' اور موجودہ زندگی ختم ہونے کے بعد دوبارہ جو نئی زندگی ملنے والی ہے' اس کے اندر ان باتوں کو جاننے اور یاد رکھنے سے آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔

آیئے ان آیات (۴۸ تا ۶۵) کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ○ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ

Marfat.com

○ (یٰس ۳۶:۴۸-۵۰) لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت کی دھمکی) کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو؟ یہ تو دراصل انتظار کر رہے ہیں کہ ایک چیخ بلند ہو جو ان کو پکڑے اس حالت میں کہ یہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔ پھر نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کی طرف پلٹ سکیں گے۔

"وہ گھڑی کب آئے گی؟" "کب یہ دنیا ختم ہو گی' اور قیامت برپا ہو گی؟" یہ سوال وہ لوگ اٹھاتے تھے جو قیامت اور آخرت کے منکر تھے۔ وہ یہ سوال دراصل انکار کے لیے اٹھاتے تھے۔ وہ اس گھڑی کو ٹالنا بھی چاہتے تھے۔ ہم اور آپ تو مسلمان ہیں اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے اور نہ یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا؟ لیکن وہ لوگ جو انکار کرتے تھے وہ زندگی بھی اسی طرح گزارتے تھے گویا کہ اس دن کو نہیں آنا۔ ہم یہ سوال نہ کرتے ہوں کہ وہ دن کب آئے گا لیکن اگر ہم بھی زندگی اسی طرح گزار رہے ہوں کہ گویا اس دن کو نہیں آنا' تو ہم بھی اسی طرح اس سوال کے اندر شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک غور طلب پہلو ہے کہ قیامت کے انکار کے حوالے سے کہیں ہمارا رویہ بھی تو ایسا ہی نہیں ہے؟

"وہ گھڑی کب آئے گی؟" اس سوال کا جواب دیے بغیر اگلی بات کہی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ اس دن کے آنے کے بعد تمہارا انجام کیا ہو گا' لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ دن اس طرح آئے گا کہ اس کے بعد کوئی مہلت نہیں ملے گی۔ اس دن کے برپا کرنے میں اللہ کو کوئی مشکل بھی نہیں ہو گی۔ جس طرح ایک آواز بلند ہوتی ہے' ایک زلزلہ آتا ہے' آتش فشاں پہاڑ پھٹتا ہے' اسی طریقے سے ایک زوردار آواز بلند ہو گی اور اچانک ہر چیز ختم ہو جائے گی۔

آج جو چیزیں بھی ہمارے قبضے میں ہیں' جن کو ہم استعمال کرتے ہیں' مثلاً ہمارا مکان

Marfat.com

ہے' جس میں ہم رہتے ہیں' ہمارا کھیت ہے' جس میں ہم کھیتی کرتے ہیں' بنک میں ہمارا پیسہ ہے' اس کو ہم نکال سکتے ہیں' اس وقت نہ صرف یہ کہ ہمارا اختیار ان پر سے ختم ہو جائے گا بلکہ یہ معاملہ اتنا اچانک ہو گا کہ ہمیں ان کے بارے میں کسی سے کچھ کہنے کا وقت بھی نہیں ملے گا کہ آیندہ یہ معاملات کیسے چلائے جائیں۔ یعنی وصیت کرنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ پھر ہمارا بھروسا تو اپنے چاہنے والوں پہ ہوتا ہے' اولاد پہ ہوتا ہے' گھر والوں پہ ہوتا ہے' دوستوں پہ ہوتا ہے' مگر اس گھڑی سے بچ کر ہم کسی کے پاس جا کر پناہ نہیں لے سکیں گے۔ یہ ہے دراصل وہ چیز جو سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے۔ لہٰذا وہ گھڑی کب آئے گی؟ یہ جاننا تو اتنا ضروری نہیں ہے البتہ وہ گھڑی جب بھی آئے گی' آئے گی اور اس وقت کسی کے لیے کوئی مہلت نہ ہو گی۔

ہم میں سے ہر شخص قیامت کی گھڑی نہیں دیکھے گا لیکن ہم میں سے ہر ایک کو مرنا ضرور ہے۔ مرنا بھی ایک چھوٹی قیامت ہے۔ موت بھی اسی طرح آتی ہے کہ اچانک آجاتی ہے' نہ کہنے کا وقت ملتا ہے نہ بولنے کا۔ وہی مکان' وہی کھیت' وہی روپیہ پیسہ' سب کچھ ہم چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہی بات دراصل سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے: موت قیامت کی ایک گھڑی ہے' ہم میں سے ہر ایک کو آئے گی' اور سب پہ آئے گی۔ اصل چیز تو پھر یہ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد پھر کوئی مہلت نہیں ہے۔ ہم بس دوبارہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس منظر کو ہماری نگاہوں کے سامنے لا کر پیش کر دیتے ہیں جب قیامت بپا ہو گی۔ اب آپ یہ تصویر دیکھیے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ○ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۜ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ (۳۶: ۵۱-۵۲) اور پھر صور پھونک دیا جائے گا اور سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر

Marfat.com

تیزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے اور یہ کہتے جائیں گے: ہائے ہماری مصیبت' کس نے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا۔ یہ تو وہ چیز ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور بے شک اللہ کے رسولوں نے سچ ہی کہا تھا۔

اب اس گھڑی کا تصور کیجیے۔ جس طرح سب کچھ ختم کرنے کے لیے اس سے زیادہ ضرورت نہیں پڑی کہ بس ایک چیخ بلند ہو' ایک تیز آواز ہو' اور سب کے سب ختم ہو جائیں' اسی طرح دوبارہ سب کے سب کو جی اٹھانے کے لیے بھی اس سے زیادہ نہ وقت لگے گا اور نہ ضرورت پڑے گی کہ ایک چیخ بلند ہو اور لوگ تیزی کے ساتھ نکل کھڑے ہوں' یعنی صور پھونک دیا جائے گا۔ چونکہ سب مرے ہوئے ہوں گے' اچانک بلاوا آجائے گا' اور سب لوگ زندہ کر دیے جائیں گے تو جس طرح گھبرا کے آدمی اچانک گھر سے باہر نکلتے ہیں--- اگر معلوم ہو کہ باہر کوئی ہنگامہ برپا ہے' یا گھر میں آگ لگ گئی ہو تو تیزی سے بھاگتے ہیں--- اسی طرح سب کے سب اس وقت نکل کر تیزی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی طرف جائیں گے۔ وہ رب جو آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے' وہ رب جس نے ہم سے یہ کہا ہے کہ میری راہ پر چلو' اور وہ رب جس کو ہم بھولے رہتے ہیں اور اس بات کو بھی بھولے رہتے ہیں کہ ہمیں اس کے سامنے جانا ہے' اس روز ہم اسی کی طرف جائیں گے۔ آج تو ہم بھاگے بھاگے پھرتے ہیں لیکن اس دن ہم نہ صرف یہ کہ اس کی طرف جائیں گے بلکہ تیزی کے ساتھ جائیں گے اور پھر جب ان کو اور ہم کو سب کو اس بات کا احساس ہو گا کہ اب تو وہ مصیبت کی گھڑی آ ہی گئی کہ جب اپنی زندگی کا حساب دینا ہے تو اس وقت وہ پکار اٹھیں گے: ہائے ہماری مصیبت!

یہ کیسی گھبراہٹ کی مشکل گھڑی ہو گی' اور کیسی پریشانی ہو گی کہ جو مصیبت کی گھڑی ہے' خرابی کا وقت ہے' وہ عین سر پر آگیا۔ اس وقت ایک ہی بات ہم سے بن پڑے گی کہ آخر کس نے ہم کو ہمارے خواب سے اٹھا دیا؟ یہاں نیند کا ذکر ہے۔ موت بھی تو نیند کی

Marfat.com

طرح ہے۔ جب آدمی سوتا ہے تو نیند میں بھی تکلیف اٹھاتا ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ کانٹوں کے بستر پر سو رہا ہے' ڈراؤنے خواب بھی آتے ہیں۔ گویا نیند بھی تکلیف دہ یا پُرسکون ہوتی ہے۔ اس وقت لوگ نیند کے عالم میں ہوں گے۔ کوئی چین کی نیند میں ہو گا اور کوئی بے چینی اور تکلیف کے ساتھ نیند میں ہو گا۔ بہرحال نیند کا عالم ہو گا اور ایک زوردار چیخ یا آواز کے بلند ہوتے ہی لوگ یکایک جی اٹھیں گے اور اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اب ایک آواز آئے گی۔ "یہ تو رحمٰن کا وعدہ ہے اور رحمٰن نے جو وعدہ کیا تھا وہ اب پورا ہو گیا ہے۔ رسولوں نے اس کی خبر دی تھی اور وہ سچی نکلی"۔ یہ کون کہے گا؟ یہ اللہ کہے گا اور فرشتے کہیں گے۔ ذرا دیکھیے کہ یہ کیوں کہا کہ یہ رحمٰن کا وعدہ ہے؟ یہ اس لیے کہا کہ یہ تو اللہ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ عدل و انصاف ہو۔ نیک کام کرنے والوں کو ان کے کاموں کا اچھا بدلہ ملے اور برے کام کرنے والوں کو ان کے کاموں کا برا بدلہ ملے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اللہ کی رحمت میں کمی رہ جاتی۔ قیامت کا دن' موت کی گھڑی' حساب کا لمحہ' جنت اور دوزخ' یہ تو اللہ کی بے انتہا رحمت کا تقاضا ہے کہ یہ سب کچھ ہو۔ اس لیے کہا گیا کہ یہ رحمٰن کا وعدہ تھا جو پورا ہو گیا اور اب رسولوں کی سچائی کے اوپر بھی یقین آ جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَاهُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ (۳۶: ۵۳) ایک ہی زور کی آواز ہو گی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔

یعنی جس طرح ایک چیخ سے لوگ ختم ہو جائیں گے' اسی طرح ایک چیخ سے سب کے سب پکڑے ہوئے ہمارے سامنے آکر حاضر ہو جائیں گے۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو پھر کیا ہو گا؟ اب حساب کتاب کی گھڑی ہو گی' ترازو کھڑی کر دی جائے گی اور اعمال تولے جائیں گے۔ لیکن یہاں پر اللہ تعالیٰ وہ سب بیان نہیں فرما رہے' بلکہ صرف اتنی

Marfat.com

بات فرمائی ہے:

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (۳۶: ۵۴) آج کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمھیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے رہے تھے۔

یعنی اب آج کے دن کسی کے اوپر کوئی ظلم نہیں ہو گا اور تم کو وہی کچھ ملے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔

ذرا اس پر سوچیے کہ ظلم نہیں ہو گا' کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی ہیں کہ اگر ہم نیک عمل کریں گے تو ہمارا کوئی عمل ضائع نہیں ہو گا' اگر ضائع ہو جائے گا تو یہ بھی ظلم ہو گا۔ اگر برا عمل کریں گے تو اس کی سزا بھی دی جائے گی الا یہ کہ وہ رحمٰن جس نے یہ آخرت کی عدالت سجائی ہے' وہی اس کو معاف کر دے۔ اسی طرح اگر ہم نے کسی کے اوپر ظلم کیا ہو گا تو اس کا بھی بدلہ کسی نہ کسی انداز میں ضرور دیا جائے گا۔ اس لیے کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر مظلوم کے ساتھ ظلم ہو گا کہ اس کی داد رسی نہ ہو گی۔

اس لیے یہ بات کہ اس دن کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا' ہمارے لیے قابل غور ہے۔ اگر ہم نیک عمل کریں گے تو کوئی عمل ضائع نہیں ہو گا اور اگر برے عمل کریں گے تو ان کی بھی پوچھ ہو گی۔ اگر کسی پر ظلم کریں گے تو پھر اس کی داد رسی ہو گی اور ہمیں اس کی جواب دہی کرنا ہو گی۔ وہاں کوئی چیز کام نہیں آئے گی' کوئی سکہ نہیں چلے گا' دنیا کی دولت کام نہیں آئے گی' کوئی شخص کسی کے کام نہیں آئے گا' کسی کی سفارش نہیں چلے گی بلکہ صاف صاف کہہ دیا جائے گا کہ یہ تمھارے اعمال ہیں جن کا بدلہ تمھیں دیا جا رہا ہے۔

اب اعمال کا بدلہ کیا ہو گا؟ یہ نقشہ بھی پورا ہمارے سامنے ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے' ایک وہ لوگ ہیں جو جہنم میں جائیں گے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کس طرح بیان کرتا ہے کہ جنت میں جانے والے لوگ کن مزوں میں ہوں گے اور کیسے آرام

Marfat.com

اٹھائیں گے:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ○ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ○ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ○ سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ (۳۶: ۵۵-۵۸) آج جنتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں۔ مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے' ہر قسم کی لذیذ چیزیں کھانے پینے کو ان کے لیے وہاں موجود ہیں' جو کچھ وہ طلب کریں ان کے لیے حاضر ہے' رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا گیا ہے۔

تھوڑے سے لفظ ہیں لیکن ایک ایک لفظ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ان سارے مزوں کی' انعامات و اکرامات کی' اور نعمتوں کی جو جنت والوں کے حصے میں آئیں گی' سب کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس تصویر کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو بے شمار کام ہوتے ہیں۔ بہت سے کاموں میں آدمی محنت و مشقت کرتا ہے اور تکالیف اٹھاتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا ہے کہ جنت میں تو مشغلے بھی ہوں گے بڑے مزے کے ہوں گے' دل بھی خوش رہے گا اور کوئی رنج اور غم اور کسی قسم کی تکلیف اور مشقت نہیں ہو گی۔ یہاں کی زندگی میں تو تکالیف ہیں' مشقت ہے' وہاں کی زندگی میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ جو کام یا مشغلہ بھی ہو گا' بڑے مزے کا ہو گا' اس کے اندر آدمی مگن رہے گا۔ پھر اکیلے نہیں ہوں گے' اکیلے مزے اٹھانے میں کیا فائدہ ہے۔ اصل مزہ تو یہ ہے کہ جتنے چاہنے والے ہوں وہ بھی ساتھ ہوں' جو بچے ہیں وہ بھی سب ساتھ ہوں۔ اسی لیے فرمایا: هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ' یعنی ان کی بیویاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ رہنے کی جگہ بھی بڑی شان دار ہو گی۔ سایوں کے اندر ہوں

Marfat.com

گے' گہرے سایوں میں۔ آخر سایوں میں کیا مزہ ہے؟ لیکن جو دھوپ میں زندگی گزار دیتے ہیں وہ تو خوب جانتے ہیں کہ سایہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ جب مشاغل بھی اچھے ہوں' سب ساتھی بھی ساتھ ہوں' چاہنے والے بھی قریب ہوں اور ٹھنڈی چھاؤں کے اندر ہوں تو تصور کیجیے کتنے مزے میں ہوں گے۔ اس کے بعد پھر یہ کہ تخت کے اوپر بٹھائے جائیں گے' تکیہ لگائے ہوئے۔ تخت پر بٹھانا عزت افزائی ہے۔

انعام صرف یہ تو نہیں ہے کہ آدمی کو اچھا گھر مل جائے اور اچھا کھانا پینا مل جائے' انعام تو یہ بھی ہے کہ عزت ہو' اکرام ہو' درجہ بلند کیا جائے۔ اعزاز سے بٹھانا اور کسی کے دربار میں تخت کے اوپر بیٹھنا تو بہت اعزاز کی بات ہے۔ بادشاہ بھی تخت پہ بیٹھا کرتے ہیں۔ ان کے لیے تخت سجائے جاتے ہیں اور وہ ان کے اوپر بیٹھتے ہیں۔ گویا بادشاہوں کا مقام وہاں پر حاصل ہو گا۔ یعنی جس نے آج دنیا اور کائنات کے بادشاہ کی اطاعت کی' اس کی غلامی اختیار کی' آج غلام بن کر رہا' وہ کل آخرت میں بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے عزت افزائی ہو گی۔ پھر کھانے پینے کی ہر چیز موجود ہو گی جو بڑی مزے کی ہو گی اور اس کے لیے ہر قسم کے میوے ہوں گے۔ یہاں فَاكِهَةٌ کا مطلب میوے ہی نہیں ہے بلکہ کھانے کی جو چیز بھی مزے کی ہو گی اس کے اندر شامل ہو جائے گی۔

شاید ہم یہ سوچیں کہ یہ سب کچھ تو دنیا میں ہمیں ملتا ہے' وہاں بھی ملے گا۔ لیکن دنیا میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم جو چیز چاہتے ہیں وہ ہمیں نہیں ملتی۔ ہماری ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔

اب دیکھیے اللہ کا انعام کتنا بڑا ہے کہ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ' یعنی جو چاہیں گے یا جو بلائیں گے' ملے گا۔ يَدَّعُوْنَ کے معنی بلانے یا منگوانے کے ہیں' یعنی بلانے سے چیز حاضر ہو جائے گی۔ گویا کہ ادھر خواہش کی اور ادھر پوری ہو جائے گی۔ جو ان کا دل چاہے گا حاضر

Marfat.com

ہو جائے گا۔ بس یہ ہے جنت کے انعام کی پوری تصویر کہ جو بھی خواہش ہو گی وہ پوری ہو جائے گی۔ جس نے یہاں پر اپنی ہر خواہش پوری نہیں کی بالخصوص جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو' جنت میں یہ انعام ملے گا کہ ہر وہ خواہش پوری ہو جائے گی جو ہم چاہیں گے' ہر چیز جو ہم چاہیں گے وہ حاضر کر دی جائے گی۔ یہ ہے جنت کا ایک منظر! کتنا دلفریب ہے یہ منظر!

اس کے بعد آپ دیکھیے کہ دوسرا گروہ جو برے کام کر کے آیا اس کا کیا انجام ہے۔ اس کے انجام کو اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے ذکر کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ انسان کو دو طرح کی تکلیفیں پہنچتی ہیں' جسمانی اور ذہنی۔ جسمانی تکالیف تو یہ ہیں کہ چوٹ لگ جاتی ہے مگر ایک ذلت کی تکلیف بھی ہوتی ہے' رسوائی اور افسوس کی تکلیف کہ موقع ہاتھ سے نکل گیا اور نقصان ہو گیا۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ ہم ہاتھ ملتے رہ گئے اور موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر کسی کے سامنے جوتے مارے جائیں تو ایک تو جوتوں کی چوٹ لگتی ہے مگر اس کے ساتھ ذلت و شرمندگی کی اذیت و تکلیف بھی ہوتی ہے۔

اب آپ دیکھیے کہ روز قیامت یہ عذاب اور تکلیفیں کیسی کیسی ہیں؟

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ (۵۹:۳۶) اور اے مجرمو' آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ۔

یہ تو بڑا عذاب ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں بڑے عذاب کا کیا پہلو ہے؟ درحقیقت دنیا میں ہم سب مسلمان شمار ہوتے ہیں' مسجدوں میں آتے جاتے ہیں' مسلمان گنے جاتے ہیں۔ بیوی بچے بھی ہم کو بڑا اچھا سمجھتے ہیں لیکن یہ تو بڑی ذلت کی بات ہو گی کہ سب سے پہلے ہمیں الگ کر دیا جائے کہ یہ مجرم ہیں' ان کو الگ کر دو اور لوگ ہمیں دیکھیں گے کہ یہ تو وہی لوگ تھے جو بڑے نیک کام کرتے تھے' بڑی نیک باتیں کرتے تھے' بڑے اونچے مناصب پر فائز تھے۔ بڑے چودھری بنے پھرتے تھے' ان کے پاس پیسہ تھا

Marfat.com

اور کاروں میں گھومتے تھے' اب یہ مجرموں میں کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ عذاب کی ابتدا ہے۔ آگے چل کر فرمایا گیا:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ج اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۳۶: ۶۰-۶۱) اے آدمؑ کے بیٹو' کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی مت کرنا۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی بندگی کرو' یہ سیدھا راستہ ہے۔

یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے' تو پھر ہم اس کے پیچھے کیوں گئے؟ یہ بھی ایک عذاب کی صورت ہے۔ یہ بات کوئی ایسی نہیں تھی جو معلوم نہیں تھی۔ معلوم تو تھی' اس کے باوجود ہم نے اس سے غفلت برتی' اس گھڑی کو بھول گئے' جانتے بوجھتے غلطی کا ارتکاب کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ بات تو تمہیں پہلے ہی معلوم تھی کہ شیطان تمہارا دشمن ہے مگر تم اس کے پیچھے چلے' اپنے دشمن کے پیچھے چل کے اپنی منزل کھوٹی کی' اپنا نقصان کیا' اپنی زندگی برباد کی' جب کہ ہم نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میری بندگی کرنا اور یہی سیدھا راستہ ہے جو جنت میں لے کر جائے گا۔ اس طرح شدید پچھتاوا اور ذہنی اذیت ہو گی جو جسمانی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے' حتیٰ کہ لوگ شرمندگی اور پچھتاوے کے مارے اپنے ہاتھ کاٹنے اور انگلیاں چبانے لگیں گے--- یہ عذاب جہنم کا ایک منظر ہے' اور کتنا ہولناک منظر ہے!

یہاں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت اور جہنم میں جانے والے کون ہوں گے؟ جنت میں جانے والے تو وہ ہوں گے جو شیطان کے پیچھے نہیں چلیں گے بلکہ اللہ کی بندگی کریں گے' جب کہ جہنم میں جانے والے وہ ہوں گے جو شیطان کی بندگی کریں گے اور اللہ کی بندگی سے ہٹ جائیں گے۔ آپ کہیں گے کہ ہم تو شیطان کی بندگی نہیں کرتے۔ ہم تو

Marfat.com

اللہ کی بندگی کرتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' بہت سے اچھے کام کرتے ہیں۔ لیکن بندگی صرف سجدہ کرنے کا ہی نام نہیں ہے۔ بندگی تو اس بات کا نام ہے کہ جو کہا جائے اس کے پیچھے بھی چلا جائے۔ شیطان جو کچھ کہتا ہے اگر ہم وہ کرتے ہیں تو اس کی بندگی ہے۔ اسی طرح جو کچھ اللہ کہتا ہے اور ہم نہیں کرتے تو اس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ کی بندگی کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ درحقیقت بندگی کے معنی اطاعت اور پیروی کرنے کے ہیں۔ گویا جو شیطان کے پیچھے چلا اس نے شیطان کی پیروی کی' اور جو اللہ کے پیچھے چلا اس نے اللہ کی پیروی کی۔ چنانچہ فرمایا کہ اس شیطان نے تو بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ط اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ○ (۳۶: ۶۲) مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟

یہ بھی عذاب کی ایک صورت ہو گی کہ انسان اس وقت سوچے گا کہ کاش ہم اس وقت سوچ لیتے' عقل سے کام لیتے' اس وقت ہی ہمیں عقل آجاتی تو آج ہم اس پچھتاوے اور افسوس اور ذہنی اذیت کی کیفیت سے دوچار نہ ہوتے' کاش! ہم اس ذلت سے بچ جاتے جس کا اب ہمیں سامنا ہے۔

اس کے بعد جہنم کے جلنے کے عذاب کا ذکر ہے۔ فرمایا:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ (۳۶-۶۳-۶۴) یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو اس کی پاداش میں اب اس کا ایندھن ہو۔

یہاں پر ہر قسم کا عذاب آگیا' ذلت کا' رسوائی کا' افسوس کا کہ اس وقت کیوں نہیں سوچ لیا جب موقع تھا' اور پھر جہنم میں جلنے کا بھی۔ اور اس کا بھی اب کوئی موقع نہیں ہو گا کہ ہم کوئی عذر پیش کر دیں یا کوئی بہانہ بنا دیں اور معذرت کر لیں جو دنیا میں کر لیا

Marfat.com

کرتے تھے کہ ہم تو مجبور تھے' کیا کرتے' نہیں کر پائے۔ مگر وہاں تو زبان بند ہو جائے گی اور جھٹلا بھی نہ سکیں گے کہ نہیں' ہم یہ کام کر کے نہیں آئے۔

اس روز گواہی بھی مکمل ہو جائے گی۔ فرمایا:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (۳۶: ۶۵) آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے' ان کے ہاتھ بھی بولیں گے اور ان کے پاؤں بھی گواہی دیں گے اس چیز پر جو یہ کما کر لائے ہیں۔

گویا کوئی بات رہ نہیں جائے گی اور کوئی عذر پیش نہ کیا جا سکے گا۔

یوں لگتا ہے جیسے کوئی فلم چل رہی ہے اور فلم کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کبھی تو فلم ایسے چلتی ہے کہ جیسے کہیں دور سے آپ کو دکھائی دے رہی ہے اور کوئی منظر آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ کبھی ایسے چلتی ہے جیسے کہ آپ خود وہاں موجود ہیں۔ اس لیے کبھی تو اللہ کہتا ہے جنت والے تو یہاں آرام میں ہیں اور تخت پر بیٹھے ہیں۔ یا ایک دم جب مجرموں کا ذکر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ بات چیت شروع کر دیتے ہیں۔ گویا ہم وہاں موجود ہیں اور ہمارے سامنے یہ پوری بات چیت ہو رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح آج ان آیات میں فیصلے کی گھڑی اور قیامت کے منظر کی لفظوں میں منظر کشی کی گئی ہے' کل واقعتاً وہاں یہ منظر پیش کیا جائے گا۔ عقل مندی کا تقاضا ہے کہ اس گھڑی کے آنے سے قبل ہم اس کی تیاری کریں کہ نہ معلوم وہ گھڑی کب آ جائے' کب کسی کی موت واقع ہو جائے۔

سورۃ یٰس کی یہ آیات جنھیں ہم مرتے وقت پڑھتے ہیں تاکہ جان آسانی کے ساتھ نکل جائے' ان میں آنے والی زندگی کی جو تصویر ہمیں دکھائی گئی ہے اگر ہم اس کو یاد رکھیں' اس کو نگاہوں کے سامنے رکھیں' اس کی تیاری کریں' آج عقل سے کام لیں' اور

Marfat.com

شیطان کا کہنا نہ مانیں بلکہ اللہ کے راستے پر چلیں تو وہ جنت' جس میں سارا انعام' سارا اکرام' ساری عزت اور ساری نعمتیں ہیں' آنے والی زندگی میں ہم سب کو مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسی زندگی کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

Marfat.com

۱۰

دنیا: درس نصیحت

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ
تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا
نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِىْ مَالَا
تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمْ
مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ
لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ بَلْ نَحْنُ
مَحْرُوْمُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ
الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ
○ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ۞ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ
الْمُنْشِئُوْنَ ○ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۞ فَسَبِّحْ
بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۞ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۞ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ
تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۞ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۞ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۞ لَّا يَمَسُّهٗٓ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الواقعه ۵۶: ۵۷-۸۰)

Marfat.com

اتنی بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ دنیا میں اللہ کا حکم چلتا ہے۔ جو کچھ ہمیں ملا ہے اسی کی طرف سے ملا ہے اور ایک دن ہمیں اس کے پاس جا کر سب چیزوں کا حساب دینا ہو گا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ہم بھول جاتے ہیں۔ اگر ہم خود یہ سوچیں کہ ہم کیسے پیدا ہوئے؟ ہمیں کھانا کیسے ملتا ہے؟ پانی کس طرح ملتا ہے؟ اور بھی چیزوں پر اگر غور کریں تو ہر چیز ہمیں یہی بات یاد دلائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھی انھی باتوں کو ہمیں یاد دلایا ہے۔ سورہ الواقعہ کی ان آیات (۵۷-۸۰) میں بھی ان ہی باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ (الواقعہ ۵۶:۵۷) ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ پھر تم سچ کیوں نہیں مانتے۔

یعنی یہ بات کہ دنیا میں صرف اللہ کا حکم چلتا ہے' ہر چیز اسی سے ملی ہے اور ہمیں اس کے پاس جا کر ان میں سے ہر چیز کا حساب دینا ہے' اس کو سچ نہیں مانتے ہو۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو ان چیزوں کو سچ جانتے اور مانتے ہیں۔ درحقیقت ایک سچ جاننا یہ ہوتا ہے کہ ہم زبان سے کہہ دیں کہ ہم سچ جانتے ہیں لیکن ایک سچ ماننا یہ ہے کہ ہم اس کے مطابق کام کریں۔ ہمارا طرز عمل یہ بتاتا ہے جیسے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلتا ہے اور ہمیں اس کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا ہے۔

اس لحاظ سے اس کے مخاطب ہم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ اس پر غور کرو اور دیکھو' تم ان چیزوں کو سچ کیوں نہیں مانتے ہو۔ اس ضمن میں

Marfat.com

سب سے پہلے ہمیں ہماری پیدائش کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اس کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ (۵۶: ۵۸-۵۹) کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو نطفہ تم ڈالتے ہو' کیا تم اس کو پیدا کرنے والے ہو یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں۔

بہت صاف سوال ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پانی کی وہ بوند جس سے ہم آپ جیسے سوچنے' سمجھنے' دیکھنے والے' بڑے بڑے کام کرنے والے' آسمانوں میں اڑنے والے' ایٹم بم بنانے والے انسان بنے' وہ پانی کی ایک بوند ہم خود نہیں بناتے بلکہ وہ اللہ نے بنائی ہے۔ وہاں بھی اختیار اسی کا ہے۔ زندگی بھی اسی کی بخشی ہوئی ہے۔ پھر زندگی کو باقی بھی وہی رکھتا ہے۔ فرمایا:

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ○ عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ (۵۶: ۶۰-۶۱) موت کو بھی ہم نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری طرح کے دوسرے لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایک ایسی دنیا میں دوبارہ پیدا کر دیں جس کے بارے میں تم جانتے نہیں ہو۔

گویا اللہ تعالیٰ نے زندگی کی مدت بھی مقرر کر دی ہے۔ موت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے' زندگی بھی۔ جب اس نے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے تو وہ ہمیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ دوبارہ پیدا کر سکتا ہے لیکن ہم اسے بھول جاتے ہیں۔ اسے بار بار یاد کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے لیے انسان کی تخلیق کوئی مشکل کام نہیں۔ وہ چاہے تو کوئی نئی دنیا بھی پیدا کر دے۔ ایک ایسی دنیا جہاں موجودہ پیمانے تبدیل ہو جائیں' جہاں سونے چاندی کا وزن نہ ہو بلکہ اعمال کا وزن ہو'

Marfat.com

سچائی کا وزن ہو اور نیکی کا وزن ہو۔ وہ چاہے تو زمین و آسمان اور اس کائنات کو بدل کر ہمیں ایک بالکل نئی دنیا میں پیدا کر سکتا ہے۔ یہ بھی ہمارے سوچنے کی بات ہے۔ اگر ہم پہلی پیدائش پر غور کریں تو نصیحت پکڑ سکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ (۵۶:۶۲) تم نے تو پہلی پیدائش کو جان لیا ہے تو تم اس سے نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔

پھر وہ ہم کو متوجہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو جو نوالہ تمھارے منہ میں جاتا ہے اور دن میں بے شمار نوالے جاتے ہیں' یہ تمھیں کون کھلاتا ہے؟ اللہ کے پاس جا کر ان سب چیزوں کا حساب دینا ہو گا:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ (۵۶: ۶۳-۶۵) کبھی تم نے سوچا' یہ بیج جو تم بوتے ہو' ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو الٹی چٹی پڑ گئی' بلکہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹے ہوئے ہیں۔

گیہوں' چاول' غلہ' سبزی اور ترکاری' یہ سب ہم تو نہیں پیدا کرتے۔ انسان خوب جانتا ہے کہ وہ بیج ڈالتا ہے اور زمین بیج کو اُگا کر کھیتی بنا دیتی ہے۔ ہوا' پانی کوئی چیز اس کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ یہاں بھی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ ہر چیز اس کی دی ہوئی ہے۔ وہی رب عظیم ہے۔ اسی کے نام کی تسبیح ہے۔ اسی لیے فرمایا' اس کو باقی بھی ہم ہی رکھتے ہیں۔ اگر کھیتی تباہ ہو جائے' کیڑا کھا جائے' طوفان آجائے' زوردار بارش ہو جائے' ہمارے بس میں تو نہیں ہوتا کہ بچالیں' سوائے اس کے کہ اپنی قسمت کو روتے پیٹتے رہیں۔ یہی بات اللہ نے فرمائی ہے کہ باتیں بناتے رہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری بدنصیبی ہے' لیکن تمھارے اختیار میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

پانی کا گلاس جو ہم روز پیتے ہیں، کئی دفعہ پیتے ہیں، دیکھیے کہ وہ بھی کتنی قوتوں کے کام کرنے سے ہمیں ملتا ہے۔ فرمایا:

اَفَرَءَ یْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۵۶: ۶۸-۶۹) بھلا دیکھو تو یہ پانی جو تم پیتے ہو، اُسے بادلوں سے تم اتارتے ہو، یا اتارنے والے ہم ہیں؟

سورج چمکتا ہے، پانی بھاپ بن کر اڑتا ہے، بادلوں پر سوار ہوتا ہے اور پھر جا کر برستا ہے۔ یہی پانی دریاؤں میں بہتا ہے، زمین کے نیچے بہتا ہے۔ اسی پانی کو ہم نہروں کے ذریعے حاصل کرتے ہیں یا پھر ٹیوب ویل کے ذریعے حاصل کر کے روز مرہ استعمال میں لاتے ہیں۔ جو پانی ہم پینے کے لیے استعمال کرتے ہیں اگر اللہ اسے کھاری کر دے تو انسان کے اختیار کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ○ (۵۶:۷۰) ہم چاہیں تو اس کو کھارا کر دیں، تو پھر اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتے ہو؟

شکر یہ ہے کہ نعمت کا حق ادا کیا جائے۔ اس کو اس طرح استعمال کیا جائے جس طرح اسے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس طرح وہ پسند کرتا ہے۔

آگ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ روز ہم آگ جلاتے ہیں اور اپنا کھانا پکاتے ہیں۔ آگ سے ریلوے انجن چلتے ہیں۔ آگ سے فیکٹریاں چلتی ہیں۔ پٹرول جب جلاتے ہیں تو اس سے ایک دنیا حرکت میں آجاتی ہے۔ یہ بھی درختوں سے بنتا ہے اور زمین کے نیچے پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے آگ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ کیا اسے ہم نے خود بنایا، یا اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔ فرمایا:

اَفَرَ ءَ یْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ○ ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ○ (۵۶: ۷۱-۷۲) کیا تم نے آگ کو دیکھا جس کو تم سلگاتے ہو۔ کیا اس کا درخت تم

Marfat.com

نے پیدا کیا یا اس کو پیدا کرنے والے ہم ہیں۔

یہ آگ جو ہمیں لکڑی سے' درختوں اور پٹرول سے حاصل ہوتی ہے اس آگ کا منبع درخت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ درخت کس نے بنایا ہے۔ وہی جس نے زمین سے ایک بیج اگایا اسی نے درخت بنائے ہیں۔ یہ آگ نہ ہوتی تو ہم بھی جانوروں کی طرح کچے پتے کھاتے' کچا گوشت کھاتے۔ کھانے پکانے کا تمام سامان اس آگ سے ہی ممکن ہوا۔ پانی کو ہم ابالتے ہیں اور اس سے بہت ساری چیزیں پینے کی بناتے ہیں۔ وہ بھی اسی آگ کی وجہ سے بنتی ہیں۔ پھر آگ ہر آدمی کی ضرورت ہے خواہ صحرا میں ہو یا جنگل میں' یا پھر گھر میں۔ فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر خود ہی سوچو کہ:

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ○ (۵۶: ۷۳) ہم نے تو اس آگ کو اس لیے بنایا ہے تاکہ نصیحت ہو اور حاجت مندوں کے لیے سامان زیست فراہم ہو۔

اس طرح چار چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے' یعنی ہماری اپنی پیدائش کہ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ پیدائش کے بعد زندگی بسر کرنے کے لیے کھانا جو وہ ہمیں دیتا ہے۔ اس کے بعد پانی جو ہم روز پیتے ہیں وہ بھی ہمیں وہی دیتا ہے اور پھر آگ جو ہم جلاتے ہیں۔ ان چاروں سے ایک ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ نے دیا ہے۔ صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ سب نعمتیں اسی نے بخشی ہیں۔ اسی کے پاس جا کر ان کا حساب بھی دینا ہے۔ ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں اس رب عظیم کے نام کی تسبیح کرنا چاہیے' اس کے آگے جھک جانا چاہیے اور اس کے نام کو یاد رکھنا چاہیے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ (۵۶:۷۴) پس تسبیح کرو اپنے رب عظیم کے نام کی۔

جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو رکوع میں یہی تسبیح دہراتے ہیں۔ یہ دراصل اللہ کے اسی حکم کی تعمیل ہے۔ جب آپ سبحان ربی العظیم کہتے ہیں تو آپ کو اپنی پیدائش کے

Marfat.com

بارے میں' اپنے کھانے کی غذا کے بارے میں' اپنے پانی کے بارے میں' اور اللہ کی بے شمار نعمتوں کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ یہ سب اس کی دی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کے سامنے ان نعمتوں کا حساب دینا ہے۔ ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور ہر چیز سے نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ کی ان نعمتوں کے سبب اللہ کا درس نصیحت دنیا میں ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ اللہ کی ہر نعمت اللہ کا ذکر و تسبیح کرتی ہے مگر ہم اس کی زبان نہیں سنتے۔ اگر رزق کھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا دیا ہوا ہوں' اس کا شکر ادا کرو۔ پانی کا ایک گلاس ہم اٹھا کر پیتے ہیں اگرچہ پانی بولتا نہیں ہے لیکن پانی بھی زبان سے یہی کہتا ہے کہ میں اللہ کا دیا ہوا ہوں' اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور جو ہمارے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے ہیں۔ غرض دنیا کے اندر جو بھی نعمت ہے دنیا کے اندر اسی کی دی ہوئی ہے۔ گویا ہر شے اس کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔

دنیا میں تو ہر جگہ ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اس کا حکم چلتا ہے' تمام نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں' اور ہر نعمت کا اس کے پاس جا کر حساب دینا ہے۔ لیکن جو بات دنیا میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہو وہ پھر بھی ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہ کھلی حقیقت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب دینے والا خود ہمیں بتاتا ہے' وہ خود ہمارے پاس اپنا کلام بھیجتا ہے۔ اسی سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ ہے' اس نے ہمیں پیدا کیا ہے' اور اس کے سامنے جا کر ہمیں جواب دہی کرنا ہے۔ اس لیے اب اللہ تعالیٰ اپنے کلام کا ذکر کرتا ہے۔ اور اسے ایک دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ جو بات دنیا کے اندر ہر جگہ ایک کھلی حقیقت کی طرح ظاہر ہے' اس کا ذکر اس طرح سے کرتا ہے۔ فرمایا:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ○ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ○ (۵۶ : ۷۵-۷۶)

پس نہیں' میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی' اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت

Marfat.com

بڑی قسم ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ دینے والا کوئی اور ہو' اور ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں کسی اور کا حکم چلتا ہو' اور ایسا نہیں ہے کہ تمھیں اس کا حساب نہ دینا پڑے اور ایسا نہیں ہے کہ یہ بات غلط ہو بلکہ میں تو ستاروں کی قسم کھاتا ہوں۔ ستارے آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ اپنی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ ہوائی جہاز اڑتے ہیں وہ بھی ستاروں سے اپنا راستہ پاتے ہیں۔ سمندر میں جہاز چلتے ہیں وہ بھی ستاروں سے راستہ پاتے ہیں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں پہاڑیوں پر لوگ ستاروں سے اپنے گھروں کا راستہ پاتے ہیں۔ اس لیے ستاروں کی قسم کھائی اور فرمایا کہ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ' یہ قسم تو بہت بڑی ہے اگر تم جانتے ہو۔ اس لیے کہ اس قسم میں تو یہ راز پوشیدہ ہے کہ جس اللہ نے آسمان میں یہ ستارے جڑ دیے ہیں اس اللہ نے آسمان سے وہ کلام اتارا ہے۔ جس طرح یہ ستارے راستہ دکھاتے ہیں اسی طرح اللہ کا کلام بھی راستہ دکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ ہے' اختیار اس کا ہے' نعمتیں اس کی دی ہوئی ہیں' اس کے سامنے جا کر حساب دینا ہے۔

یہ کتاب بھی اس طرح اتری ہے کہ کوئی امکان اس بات کا نہیں ہے اور ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس کتاب کے اندر کوئی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ جیسی اللہ کے پاس تھی ویسے یہاں پر پہنچ گئی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ (۵۶:۷۷) یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے۔

ستارے اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ قرآن عزت والا ہے۔ یہ قرآن اللہ کی طرف سے اترا ہے۔ یہ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ' ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے۔ جیسا اللہ کے پاس محفوظ ہے ویسا کا ویسا ہی ہمارے پاس محفوظ ہے اور ہمارے آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کا یہ کلام فرشتے لے کر آئے ہیں جو بددیانتی نہیں کر سکتے' بڑے پاک باز ہیں۔

لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۵۶:۷۹-۸۰) اسے صرف

Marfat.com

وہ لوگ چھوتے ہیں کہ جو پاکیزہ لوگ ہیں۔ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔

فرشتے اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ قرآن کریم اس اللہ کا اتارا ہوا ہے جو رب العالمین ہے۔ وہ رب العالمین جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہ رب العالمین جو ہمیں کھانے کو دیتا ہے۔ وہ جو پانی دیتا ہے جس سے پیاس بجھتی ہے۔ وہ رب العالمین جس نے آگ بنائی ہے۔ وہ رب العالمین جس کے نام کی اطاعت ہونا چاہیے۔ وہ رب العالمین جس کی گواہی کائنات دیتی ہے' ہوائیں بتاتی ہیں' آسمان بتاتا ہے' زمین بتاتی ہے کہ ہم سب کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ یہی بات قرآن کریم بتاتا ہے کہ اس کو فرشتے لے کر آئے ہیں۔ اللہ کے نبیؐ پر اترا ہے جو اللہ کا اتارا ہوا ہے۔ ستارے گواہ ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اللہ کے سامنے جا کر ہم کو ان ساری نعمتوں کا جواب دینا ہے جو اللہ نے ہمیں بخشی ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں سورہ واقعہ کی آیات ہیں۔ سورہ الواقعہ جو کہ آپ کے پنج سوروں میں شامل ہے' اس کو آپ اکثر پنج سوروں کے اندر پڑھتے رہتے ہیں' یہ وہ سورہ ہے جس کو بہت سے لوگ اس لیے بھی پڑھتے ہیں کہ اس سے ان کے رزق کے اندر کشادگی پیدا ہو گی۔ اسی سورہ میں اللہ نے ہمیں وہ باتیں بتائی ہیں جن سے ہماری زندگی ہمارے لیے کشادہ ہو جائے اور آسان ہو جائے۔ اگر ہم اللہ کو پہچان لیں' اگر ہر وقت اس کو یاد رکھیں' کھانا کھائیں تو الحمدللہ کہیں' پانی پئیں تو الحمدللہ کہیں' ہر وقت یہ سوچیں اور یہ سمجھیں' ہر سانس آئے اور جائے تو اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے' سب کچھ اسی کا بخشا ہوا ہے' ہر جگہ اس کا حکم چلتا ہے' جو نعمت بھی ملی ہے اسی سے ملی ہے' آنکھ اگر دیکھتی ہے تو اسی کی دی ہوئی آنکھ دیکھتی ہے' کان اگر سنتا ہے تو اسی کا دیا ہوا کان سنتا ہے' زبان اگر بولتی ہے تو اسی کی دی ہوئی زبان بولتی ہے' زمین سے سونے یا دوسری قیمتی دھاتوں کی کانیں نکلتی ہیں تو وہ اس کی

Marfat.com

بخشی ہوئی کانیں ہیں' زمین سے اگر کھیتی اگتی ہے تو اسی کی بخشی ہوئی کھیتی ہے' اس سوچ کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جس جگہ بھی نظر پڑے گی تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے گی۔

اگر زندگی کی یہ روش ہو جائے تو جس جگہ نظر پڑے گی تو اللہ کا نام زبان پر آ جائے گا یا اللہ کی عظمت کا خیال دل میں آجائے گا۔ جس جگہ نگاہ جائے گی تو اللہ کے نام کی تسبیح زبان کے اوپر آ جائے گی اور عمل بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔ پھر اس بات پر بھی یقین ہو کہ یہ نعمتیں دے کر اللہ تعالیٰ ہمیں بے حساب نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے سامنے حساب بھی دینا پڑے گا' تو اس سے نہ صرف اللہ کی یاد تازہ ہوگی' بلکہ رزق میں کشادگی کے ساتھ ساتھ زندگی بھی آسان ہو جائے گی۔ احساس ذمہ داری اور زندگی کی قدر بھی پیدا ہو گی اور آخرت میں بھی آسانیاں پیدا ہوں گی۔ گویا دنیا و آخرت میں وسعت و کشادگی اور آسانی پیدا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی نعمتوں کو یاد رکھنے اور اس کے سامنے حساب دینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

۱۱

حقیقت دنیا

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ ○ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ○ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحدید ۵۷: ۲۰-۲۵)

Marfat.com

سورہ الحدید ستائیسویں پارے کی آخری سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو دعوت دی ہے کہ وہ سچا اور پکا ایمان پیدا کریں' اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ دنیا کی زندگی کی حقیقت کو پہچانیں اور ایمان کے تقاضے پورے کر کے آخرت میں اس کی جنت حاصل کریں۔ یہ وہ بات ہے جو ہمارے لیے بھی اتنی ہی ضروری ہے' بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے جتنی یہ قرآن مجید کے پہلے سننے والوں کے لیے تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ ۢ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (الحدید ۵۷:۲۰) خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔

دنیا کی زندگی میں محنت اور کوشش سے انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے' وہ یہی ہے کہ کچھ دلچسپی کا سامان ہو جائے' کچھ مزہ ہو جائے' کچھ سجاوٹ پیدا ہو جائے' کچھ عیش و آرام ہو جائے' کچھ دوسروں سے آگے بڑھ جائیں اور مال جمع ہو جائے۔ ہماری اولاد پڑھ جائے' اونچے مقام پر پہنچ جائے یا ہماری قوت اور تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ دنیا کی زندگی تو بس اسی چیز کا نام ہے۔ اگر اسی کے لیے بھاگ دوڑ ہو تو یہ حقیر اور چھوٹی چھوٹی چیزیں اس کا

Marfat.com

کل حاصل ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی ایک بڑی خوبصورت مثال دیتا ہے:

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ط

(۲۰:۵۷) اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے۔ پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی۔ پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔

دنیا کی زندگی کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے بارش۔ اگر بارش بہت ناامیدی کے بعد آئے تو اس بارش سے جو کھیتی اور سبزہ اگتا ہے وہ کسان کو بڑا اچھا لگتا ہے اور دل کو بھاتا ہے۔ پھر یہ کھیتی جب پک کر لہلہانے لگتی ہے اور دل کو خوب بھاتی ہے تو اچانک زرد پڑ جاتی ہے۔ اس کے بعد چورا چورا ہو جاتی ہے اور بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ یہ مثال بڑی ہی عمدہ مثال ہے۔

اگر آپ غور کریں تو دنیا کی زندگی کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ دنیا میں کچھ چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے ہم تگ و دو اور محنت کرتے ہیں اور انھیں حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ چیزیں ہمیں بڑی اچھی لگتی ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو یہ سب کا سب چھوٹ جاتا اور ختم ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا کتنی ہی بھلی کیوں نہ لگے' اس میں کتنا ہی مزہ کیوں نہ آئے' اس کے بل پر ہم دوسروں سے کتنا ہی آگے کیوں نہ بڑھ جائیں لیکن اس کی کوئی بھی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے۔ جس طرح کھیتی سے آدمی فصل کاٹ لیتا ہے' دانہ گھر لے جاتا ہے اور وہی چیز اس کے کام آتی ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں ہم جیسے دانے بوئیں گے' ویسی فصل کاٹیں گے۔ وہی اصل میں اس کا حاصل ہو گا۔ اور کیا حاصل ہو گا' وہ تو تب ہی معلوم ہو گا جب کھیتی پکے گی اور فصل کٹ جائے۔

اس زندگی کے بعد کیا ہو گا؟ اس کے بعد جو آنے والی زندگی ہے اس میں کیا ہو گا؟

Marfat.com

وہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی ہو گی جس میں دو ہی انجام ہو سکتے ہیں:

وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (۲۰:۵۷) اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔

اگر ہم نے دنیا کے پیچھے پڑ کر ساری زندگی ضائع کر دی تو بڑا سخت عذاب ہے۔ اور اگر ہم نے اپنی دنیاوی زندگی سے اللہ کو خوش کر دیا تو اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرما دے گا اور ہم سے خوش بھی ہو جائے گا۔ جب اللہ خوش ہو جائے گا تو بہت کچھ دے گا۔

دنیا کی زندگی میں ہم ان دو حوالوں سے کمائی کر سکتے ہیں۔ یہاں کی فصل سے جو ہم دانہ اگا سکتے ہیں وہ ان دو میں سے کوئی ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی زندگی ہی کے پیچھے لگ گئے کہ یہاں سے جتنا بھی ہم مزہ اٹھا لیں اور سمیٹ لیں' وہ کم ہے اور یہ سمجھیں کہ یہ ہمارا ہے' ہم سے کبھی نہ چھنے گا' ہم کامیاب ہو گئے ہیں تو یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اگر دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ بہرحال اسے ختم ہونا ہے اور سب کچھ انسان کو یہیں چھوڑ جانا ہے تو پھر ایک ہی راستہ صحیح ہے اور اسی راستے کی طرف اللہ تعالیٰ بلاتا اور پکارتا ہے:

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ (۲۱:۵۷) دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے۔

انسان کو پکارا گیا ہے کہ زندگی کے سارے کاروبار اور سارے مال و اسباب کا اصل مقصد' اور ہماری ساری بھاگ دوڑ کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت

Marfat.com

ہمارے حصے میں آئے اور وہ ہمیں اپنی جنت میں داخل کر دے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ملے گا وہ بہت ہی تھوڑا ملے گا۔ وقت کے لحاظ سے بھی تھوڑا ہو گا اور فائدہ اٹھانے کے لحاظ سے بھی بہت تھوڑا ہو گا۔ ہم ایک جوڑا کپڑے پہن سکتے ہیں' ایک بستر پر سو سکتے ہیں' اس سے زیادہ کچھ اور دنیا ہم کو نہیں دے سکتی۔ لیکن آخرت میں تو اتنا اجر ہے' اتنا اجر ہے جیسے کہ پورے کے پورے آسمان اور زمین پر محیط جنت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جنت تمھاری منتظر ہے۔ لہٰذا ہمیں زندگی میں بھاگ دوڑ اسی کے لیے کرنی چاہیے نہ کہ محض دنیا کے نفع کے لیے۔

وہ بھاگ دوڑ ایسے ہو سکتی ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہوں' اس کے وفادار اور تابع فرمان ہوں اور یہ یقین رکھتے ہوں کہ ساری دنیا اسی کے تابع ہے۔ ہر جگہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ سارے معاملات کا فیصلہ وہ کرتا ہے۔ جو کچھ دیا ہوا ہے' اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس کی دی ہوئی ساری قوتیں اسی کی راہ میں اسی کے کام میں لگنی چاہییں۔ اسی لیے فرمایا:

اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ (۲۱:۵۷) جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔

یعنی یہ جنت ان کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے جو جنت بنائی ہے وہ دنیا کی اس مختصر سی زندگی کے عوض مل سکتی ہے جو چند لمحوں' چند منٹوں' چند گھنٹوں یا کچھ دنوں یا برسوں کی ہے۔ اس جنت کی وسعت زمین و آسمان جیسی ہے۔ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ تھوڑی چیز کے بدلے اتنی بڑی چیز اس نے ہمارے لیے تیار کر دی ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○ (۲۱:۵۷) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یہ وہ اس کو عطا کرنا چاہتا ہے جو اس کے لیے محنت کرے' اس کے اوپر ایمان لائے۔

Marfat.com

اللہ کا چاہنا بھی اس کے علم اور حکمت کے ساتھ ہے۔ جو آدمی ان شرائط کو پورا کرے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا فضل عطا فرماتا ہے۔

اب اس راہ میں جو رکاوٹیں ہیں یعنی یہ کہ دنیا میں مصیبتیں پڑتی ہیں' دنیا کا مال ملتا ہے اور آدمی اس میں مگن ہو جاتا ہے' ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ نہ مصیبت سے گھبرانے کی ضرورت ہے نہ مال میں مگن ہونے کی۔ فرمایا:

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ نِ ○ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ○ (۵۷:۲۲-۲۴) کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمھارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں نہ لکھ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں' جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں۔ اب اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

گویا جو مصیبت بھی پہنچتی ہے' وہ زمین میں ہو یا تمھارے اپنے نفس کے اوپر پڑے' وہ کتاب میں' اس سے پہلے کہ ہم اس کو وجود میں لائیں' پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔ یہ اللہ کے لیے بڑا آسان ہے۔ یہ جان لو' تاکہ جو ہاتھ نہ لگے' ہاتھ نہ آئے' اس پر افسوس نہ کرو اور غم نہ کھاؤ۔ جو اللہ کی طرف سے ملے اس میں مگن نہ ہو جاؤ اور نہ اس پر اتراؤ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو کنجوس

Marfat.com

ہوں' تنگ دل ہوں' ان کے مال اللہ کی راہ میں نہ نکلیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کے راستے پر لے کر جائیں۔ اور اگر کوئی ان سب کے باوجود مصیبتوں سے گھبرا کر یا نعمتوں میں مگن ہو کر اللہ کا راستہ چھوڑ دے تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو بے نیاز ہے۔

اللہ کے راستے میں اور جنت کی راہ میں جو دو رکاوٹیں ہیں' یعنی خواہشات یا مصیبتیں' جن سے ہم حوصلے ہار دیتے ہیں' ان کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے' جو نفع لکھا جا چکا ہے وہ مل کر رہے گا اور جو نقصان لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا' جو اللہ تعالیٰ دے گا اس کو کوئی روک نہیں سکتا' جو وہ روک لے گا اسے کوئی دے نہیں سکتا تو پھر آدمی اطمینان کے ساتھ اللہ کی راہ پر چل سکتا ہے۔

جنت جس کے لیے بھرپور تگ و دو کرنے' جدوجہد کرنے' کوشش کرنے اور دوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے' یہ اس کا عمومی راستہ ہے جو بتا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا کہ ایمان لانے کے لیے کیا کیا جائے اور اللہ کے رسولؐ کیا کرنے آئے تھے' فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج (۲۵:۵۷) ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا' اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

اللہ کے رسولوں کا مبعوث ہونا' کتابوں کا نازل ہونا اور شریعت کے احکام کا اترنا اللہ کی طرف سے کھلی کھلی واضح ہدایات ہیں۔ اس کی یہ نشانیاں آسمان و زمین میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کو اس نے اپنی کتاب میں بھی کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ انسان انصاف پر قائم رہے۔ ماں باپ' اولاد' رعایا' حکومت' معیشت' تجارت' کاروبار' انتظامیہ' غرض سارے معاملات زندگی میں جو بھی مسئلہ پیش آئے' اسے

Marfat.com

انصاف کے ساتھ طے کیا جائے۔ اس لیے کہ یہی اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔ محض نماز' روزہ یا تسبیح اس کو مقصود نہیں ہے۔ اس کام کے لیے فرشتے بہت ہیں۔ جب اللہ نے انسان کی تخلیق کی تھی تو اس وقت فرشتوں نے یہی کہا تھا کہ اگر بندگی مقصود ہے تو ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تو وہ مخلوق درکار تھی جو اپنے ارادے سے اللہ کی بندگی اختیار کرے' خون نہ بہائے' فساد نہ پھیلائے بلکہ انصاف کے اوپر قائم رہے۔ اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ دوسرے کو اس کا پورا حق دے۔ اسی مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا تھا۔ یہ ہو جائے تو دنیا کے اندر بھی انسان کی زندگی جنت بن جاتی ہے۔ اگر انصاف قائم کرنے کی کوشش کی جائے تو آخرت میں بھی جنت ہمارے حصے میں آسکتی ہے۔ جس طرح رسولوں نے پیغام پہنچایا اس طرح پیغام پہنچانا ایمان کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد اگر ضرورت پڑے تو طاقت اور قوت سے جہاد کیا جائے کہ یہ بھی رسولوں نے کیا ہے اور یہی ایمان کا اور جنت کا راستہ ہے۔

اس سب کا مقصد کیا ہے؟ فرمایا:

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (۲۵:۵۷) اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

لوہا اتارا' سے مراد یہ ہے کہ لوہے میں لڑائی کا سامان ہے۔ لوہے سے تلواریں بنتی ہیں' توپیں' ٹینک اور اسلحہ بنتا ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے دیگر منافع بھی ہیں مثلاً ہل بھی بنتا ہے جس سے کھیتی کی جاتی ہے اور بہت ساری چیزیں بنتی ہیں۔ لیکن یہ اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے اور دیکھے کہ میرے بندوں میں سے کون اس کے لیے تیار ہے کہ مجھے دیکھے بغیر اور یہ جانے بغیر کہ واقعی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا' اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسولؐ کی مدد کرے۔

درحقیقت اللہ اور رسولؐ تو ہماری مدد کے محتاج نہیں ہیں۔ یہ تو اپنی ہی مدد ہے اور اسے اللہ نے فضل عظیم بھی کہا۔ اس نے ہماری اپنی مدد کو اس طرح کہا کہ تم میری مدد کرو۔ سوچا جائے تو یہ اس کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی انصاف پر قائم کریں' جنت کی راہ میں بھاگ دوڑ کریں' اس کے لیے محنت کریں' تو دنیا کی زندگی کتنی سکھ چین اور امن کی زندگی بن جائے۔ اسے اللہ نے اپنی مدد اور اپنے رسولوں کی مدد قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کی آزمائش بھی اس بات میں کرنا ہے کہ وہ بن دیکھے اللہ کو مان لے' اس نے جنت نہیں دیکھی مگر وہ جنت کا طلب گار بن جائے اور اللہ نے جو کام دیا ہے' اسے کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے۔ اللہ کے پاس بڑی قوت ہے۔ وہ غلبے والا ہے اور وہ جو چاہے عطا کر سکتا ہے۔

یہ وہ کام ہے جو ہمیں کرنا ہے۔ اس کام میں اس کی طاقت اور قوت بھی ہمارے ساتھ ہو گی۔ اور اگر ہم نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس حکم کا ماننا ہمارے اپنے ہی مفاد میں ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات میں ہماری زندگی کا پورا نقشہ آگیا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی تو عارضی اور ختم ہونے والی ہے' تیاری تو جنت کے لیے ہونا چاہیے' وہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے رسولوں نے اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچایا' اسی طرح ہم بھی اسے پہنچائیں۔ جس طرح اللہ کے رسولوں نے کوشش کر کے انصاف قائم کر دیا' ہم بھی کریں۔ آج ہمارے ملک میں جو بدامنی' بے چینی' بے انصافی اور ظلم ہے ان سب کا بھی علاج یہی ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو یہاں بھی جنت کی جھلک ہم کو نظر آئے گی اور آخرت میں بھی جنت ان شاء اللہ ہمارے لیے ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

Marfat.com

١٣

نسخةُ عمل

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَلَنْ
تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج
تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ
شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ز اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ز
اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ
يَشْوِي الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ
فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ
وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ط نِعْمَ الثَّوَابُ ط
وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (سورة الكهف ۱۸: ۲۷-۳۱)

Marfat.com

آج کل جب کبھی دین کا نام زبان پر آتا ہے' تو لوگ کہتے ہیں کہ زمانہ بڑا خراب ہے' سب لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' عیش و عشرت کے اندر غرق ہیں۔ اس زمانے میں نیکی کا نام کون لیتا ہے؟ کیا کوئی ایسا نسخہ ہے جو ایسے زمانے میں کہ جب ہر طرف بدی چھائی ہوئی ہو' لوگ دولت کے پجاری بن گئے ہوں' دنیا کے اندر غرق ہوں' ہمیں ایمان کے راستے پر قائم کر سکے؟--- یہ وہ سوال ہے جس کا جواب الکہف کی آیات (۲۷ تا ۳۱) میں دیا گیا ہے۔

یہ "نسخہ" تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ ایک' اللہ کی کتاب کو پڑھنا اور دوسروں کو سنانا۔ دوسرا' اچھے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اور ان کی صحبت میں رہنا۔ تیسرا' جو اللہ نے حق دیا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ (الکہف ۱۸: ۲۷) اور تلاوت کرو اس چیز کی جو وحی کی گئی ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔ اس اللہ کے کلمات کو بدلنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور تم ہرگز کوئی پناہ گاہ نہ پاؤ گے اس کے علاوہ۔

بظاہر خطاب نبیؐ سے ہے لیکن جو خطاب آپؐ سے ہے وہ ہم سب سے بھی ہے۔ اس لیے کہ ہم آپؐ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ چنانچہ پہلی بات یہ بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ نے جو کتاب اور ہدایت دی ہے' اس کی تلاوت کرو اور پیروی کرو۔ تلاوت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو پڑھو' آیات میں غور و فکر کرو اور اس پر عمل کرو۔

Marfat.com

تلاوت کے معنی یہ بھی ہیں کہ اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ یہ کتاب تو اتری ہی اس لیے ہے کہ اسے دوسروں کو سنایا جائے۔ نبی کریمؐ پر جو بھی آیات نازل ہوتی تھیں' آپؐ ان کو دوسروں کو سنایا کرتے تھے۔

درحقیقت قرآن مجید ایک پناہ گاہ ہے' اسی لیے فرمایا گیا کہ اس کتاب کو اپنی پناہ گاہ بنا لو۔ یہ کتاب ایسی چیز ہے کہ زمانہ اچھا ہو یا برا' یا ایسا زمانہ کہ جب لوگ گدھے اور اونٹ پر سوار ہوتے تھے' یا وہ زمانہ جب لوگ جیٹ میں سوار ہوتے ہیں' خواہ کوئی بھی زمانہ ہو' یہ کتاب جو کہ ایک حقیقت ہے' اس میں جو راستہ بتایا گیا ہے' اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔ تلاوت کرتے ہوئے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کے احکامات نہ ہم اپنے حق میں تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے حق میں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ چونکہ یہ احکامات مشکل ہیں' ان پر عمل کرنا مشکل ہے' اس لیے انھیں تبدیل کر لیا جائے اور کچھ آسانی پیدا کر لی جائے۔ اسی طرح اگر کچھ احکامات دوسروں کے لیے مشکل ہیں' یا قبول اسلام اور اشاعت اسلام میں رکاوٹ کا باعث ہیں' تو انھیں نہ بیان کیا جائے یا ترک کر دیا جائے' اس کی بھی اجازت نہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ "اے نبیؐ' تمھارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سنا دو' کوئی اس کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے (اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں رد وبدل کرو گے تو) اس سے بچ کر بھاگنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے" (۱۸:۲۷)۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ موجودہ دور میں' جسے ہم خراب کہتے ہیں' کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں ہمیں پناہ مل سکتی ہو۔ ہمارے لیے اگر کوئی پناہ گاہ ہے تو وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں ہمارے امراض کے لیے شفا ہے' اس میں روشنی ہے' اسی سے ہمارے اندھیرے دور ہوں گے۔ اس کتاب میں نصیحتیں ہیں جس سے دل نرم ہوں گے۔ اس کتاب میں وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں

Marfat.com

حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا یہ ایک طرح کی آغوش ہے جس میں بچہ جا کر پناہ لے لیتا ہے۔ اسی کتاب سے سب کچھ ملے گا' روح کے لیے' دل کے لیے اور زندگی کے لیے۔ اسی لیے فرمایا: وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ (۱۸:۲۷) تم ہرگز نہیں پاؤ گے اس کے علاوہ کوئی اور آغوش تاکہ تمھیں پناہ مل جائے۔

یہ پہلا حصہ ہے نسخہ شفا کا جس سے اس قسم کے زمانے میں ہم اللہ کے دین پر قائم ہو سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (۱۸:۲۸) اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں' اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟

وَاصْبِرْ کے معنی ہیں صبر کرو' یعنی اپنے آپ کو باندھو اور روک لو۔ گویا دنیا میں اگر ایسے لوگ پائے جاتے ہوں جو صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ ہے' جو کچھ مانگنا چاہیے اسی سے مانگنا چاہیے' حکم اسی کا چلتا ہے' اسی کو انھوں نے اپنا رب بنایا ہے' تو ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرو۔ ان سے محبت کرو۔ ان کو اپنا بھائی بناؤ اور اگر کوئی چیز ناگوار یا تلخ ہو تو اس پر صبر کرو۔ "ان کے ساتھ باندھ کر رکھو" یا ہرگز نگاہ نہ پھیرو کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہیں تم بھی اگر ان کی صحبت میں رہو گے' ان کے ساتھ جڑے رہو گے' تو صحبت کی وجہ سے تم بھی اللہ کو یاد کرو گے۔ اسی لیے تاکید کی گئی ہے کہ وہ لوگ جن کا مقصد اللہ کی رضا ہے اور جن کا طریقہ اللہ کی یاد ہے' ان کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لو۔ اسی طرح نیک لوگوں

Marfat.com

سے تعلق رکھنے' جڑنے اور ان سے وابستہ رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور ایک بہتر ماحول کی طرف رہنمائی دی گئی ہے جس کی وجہ سے گئے گزرے حالات اور برے دور کے باوجود انسان کے لیے نیکی کی راہ پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ جب دنیا تمھارے سامنے آئے تو اس کی کشش سے تمھاری نگاہ ہٹ کر دنیا اور دنیا والوں کی طرف چلی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں آدمی کی نگاہ جاتی ہے وہیں اس کا دل جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے دل کو جمائے رکھو اور دنیا کے ساتھ نہ لگاؤ اور دنیا کو مقصد نہ بناؤ۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس قسم کے لوگ ہیں کہ جن کا کہنا نہ مانو' جن کے پیچھے نہ چلو' جن کے ساتھ تعلق قائم نہ کرو' جن کو رشک بھری نگاہوں سے نہ دیکھو کہ ہم ان جیسے ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے تین صفات بیان کیں۔ فرمایا:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (۲۸:۱۸)

کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو' جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔

یعنی اس شخص کا کہنا مت مانو' اس کے پیچھے مت جاؤ' اس کی بات پر دھیان مت دو' جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ اس کے دل میں اللہ کا خیال ہی نہیں آتا۔ ایسے لوگ کوئی بھی کام کر رہے ہوں' کچھ بھی کما رہے ہوں' کیسی ہی زندگی بسر کر رہے ہوں' بھول کر بھی نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ہم سے کچھ چاہتا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ زبان پر اللہ کا نام ہو۔ اگر دل میں اللہ کا خیال نہ آئے تو یہ بھی دل کا اللہ سے غافل ہونا ہے۔ اس لیے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ جو شخص اللہ کی یاد سے غافل ہو' وہ اپنی خواہشات کے پیچھے جائے گا اور نفس کا بندہ بن جائے گا۔ چنانچہ دوسری بات اللہ نے یہ فرمائی کہ اس آدمی کا کہنا بھی مت مانو جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑ گیا

Marfat.com

ہو۔ اس کی زندگی کا مقصد صرف اپنی خواہشات کا حصول اور تسکین بن گیا ہو۔

تیسری بات یہ بتائی ہے کہ اللہ سے غافل شخص دنیا کے جو بھی کام کرتا ہے' جتنا بھی سوچتا ہے' جن راہوں پر چلتا ہے' جس فکر کا وہ حامل ہوتا ہے' اس کے نتیجے میں جن خطوط پر معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے اور جو نظام پروان چڑھتا ہے' وہ سب خدا کی حدود سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان تین صفات کے حامل افراد یا معاشرے اور نظام سے تمہارا تعلق نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمھیں ایسے لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ بندھا ہونا چاہیے جن کا مقصود اللہ کی رضا ہو اور جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

تیسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا (۲۹:۱۸) صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے' اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

یعنی حق تو وہی ہو سکتا ہے جو رب نے دیا ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجایش نہیں۔ اس پر ہدایت یہ دی جا رہی ہے کہ اس حق کو پیش کرو اور لوگوں سے کہہ دو کہ حق کو تسلیم کریں۔ پھر اس بات کی پرواہ مت کرو کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ یہ کام تو کرنا ہی ہے' خواہ لوگ اس کو مانیں یا نہ مانیں۔ ماننا نہ ماننا' ہر آدمی کا اپنا کام ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے ہر ایک کو اختیار دیا ہے' آزادی دی ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ دنیا میں یہی انسان کا امتحان ہے۔ چنانچہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ لوگ مانتے ہیں یا نہیں مانتے' اپنا کام کرتے چلے جایئے۔ لوگوں کا قبول کرنا یا رد کرنا' ان کی اپنی کامیابی یا ناکامی ہے۔ آپ اس کے مکلف نہیں ہیں۔ اس طرح سے مایوسی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملتا ہے جو اطمینان اور سکینت کا باعث ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایمان لانے والے اور نہ لانے والے کے لیے جزا و سزا کے متعلق فرمایا:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○ (۲۹:۱۸) ہم نے (انکار کرنے والے) ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپیٹیں انھیں گھیرے میں لے چکی ہیں۔ وہاں اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا اور ان کا منہ بھون ڈالے گا' بدترین پینے کی چیز اور بہت بری آرام گاہ!

یہ آگ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جنھوں نے ناشکری اور کفر کے ذریعے ظلم کا راستہ اختیار کیا۔ یہ آگ ایسی ہے کہ اس کی لپیٹیں ابھی سے ان کو گھیرے میں لے رہی ہیں اور وہاں ان کے لیے ایسا مقام ہو گا جہاں یہ پانی مانگیں گے تو ان کو جو پانی دیا جائے گا' وہ تانبے کی طرح کھولتا ہوا پانی ہو گا جو ان کے منہ کو بھون ڈالے گا۔ اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے! کیسا عذاب ہے ان کے لیے۔ اور وہ عذاب وہیں نہیں ملے گا بلکہ جہاں بھی لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں' ان کی زندگی میں بے اطمینانی' بے چینی' بے سکونی اور بربادی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ یہاں بھی دنیا ہی سے وہ آگ کے گھیرے میں آنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں جا کر بھی آگ کے گھیرے میں رہتے ہیں۔ یہاں پر تو ہر خواہش پوری کرتے ہیں لیکن وہاں پر جو خواہش کریں گے' سخت گرمی میں پانی مانگیں گے' تو وہ خواہش بھی پوری نہیں ہو گی بلکہ اس کا الٹ ملے گا۔ یعنی کھولتا ہوا پانی' کھولتا ہوا تانبا' وہ جو منہ کو جھلسا دے گا۔ کتنی بری پینے کی چیزیں ہیں' کتنا برا ٹھکانہ ہے یہ! لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اس کو اپنا مسکن نہ بنائیں۔

اس کے مقابلے میں جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کریں گے ان کے لیے اللہ نے کیا اجر تیار کر رکھا ہے' فرمایا:

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ اُولٰئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ط وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ○ (۱۸:۳۰-۳۱) رہے وہ لوگ جو مان لیں اور نیک عمل کریں' تو یقیناً ہم نیکوکار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔ ان کے لیے سدابہار جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیے جائیں گے' باریک ریشم اور اطلس و دیبا کے سبز کپڑے پہنیں گے' اور اونچی مسندوں پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے۔ بہترین اجر اور اعلیٰ درجے کی جائے قیام!

گویا کفر کے مقابلے میں جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا' ان سے اللہ کا پہلا وعدہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کا اجر' جس نے نیک عمل کیا ہو' ہم ضائع نہیں کریں گے' اس کی مزدوری ضائع نہیں جائے گی۔ یہ بھی ایک بڑا وعدہ ہے۔ دنیا کے لیے آدمی محنت کرتا ہے' رات دن پسینہ بہاتا ہے' جو چیز چاہتا ہے وہ ملنا ضروری نہیں' دنیا کی محنت ضائع بھی ہو جاتی ہے لیکن اللہ نے فرمایا کہ جو ایمان اور نیک عمل کی راہ پر چلے گا اس کی ہر مزدوری کا پورا پورا معاوضہ اس کو ملے گا۔ وہ معاوضہ کیا ہو گا؟ ان کے لیے ہمیشہ سرسبز رہنے والے باغات ہوں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور اس میں ان کی عزت ہو گی' ان کا اکرام ہو گا' ان کو بادشاہوں کی طرح مسندوں پر بٹھایا جائے گا۔ ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سبز رنگ کے پتلے ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہاں وہ تخت کے اوپر بیٹھے ہوں گے۔ وہاں کا لباس کیسا ہو گا؟ کھانا پینا کیسا ہو گا؟ وہاں کے تخت کیسے ہوں گے؟ یہ تو دنیا ہی دوسری ہے۔ نہ میں جانتا ہوں نہ آپ جانتے ہیں۔ نہ میں بیان کر سکتا ہوں نہ آپ۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ سونے

Marfat.com

کی چیزیں پہنتے ہیں' تخت پر بیٹھتے ہیں' ریشم کے کپڑے پہنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ اگر ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کی تو پھر تم اللہ کے ہاں بادشاہوں کی طرح مقام پاؤ گے۔ یہ بڑا اچھا ثواب' بدلہ اور ٹھکانا ہے جہاں پر تم پہنچ جاؤ گے!

قرآن مجید کی یہ آیات ہمارے لیے بہت قیمتی سبق رکھتی ہیں۔ آج مغربی تہذیب کی یلغار بھی ہے اور ہر طرف دنیا کی پرستش بھی۔ گھروں میں ٹی وی چلتا ہے' انٹینا لگے ہوتے ہیں' گھر بھی محفوظ نہیں اور گھروں میں ایمان بھی محفوظ نہیں۔ ان حالات میں وہ کون سا طریقہ ہے جس سے ایمان محفوظ ہو سکتا ہے؟ وہ کون سا طریقہ ہے جس سے ہم اللہ کے راستے پر قائم رہ سکتے ہیں اور چل سکتے ہیں؟ ان آیات میں اسی مسئلے کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اگر آپ یہ تین باتیں یاد رکھیں: اللہ کی کتاب کی تلاوت' اچھے لوگوں کی صحبت اور اللہ نے جو پیغام دیا ہے اسے دوسروں تک پہچانا' تو ایمان بچایا جا سکتا ہے۔

اللہ کی کتاب کی تلاوت کے معنی ہیں اس کے پیچھے پیچھے رہنا' اس کے ساتھ اپنا وقت لگانا' اس کو سمجھنا' اس کے اوپر عمل کرنا۔ اللہ کی کتاب تو اٹل چیز ہے' زمانہ بدل جائے' کوئی ماڈرن زمانہ آجائے' یہ کتاب ویسی کی ویسی رہے گی۔ اس کی ہدایت اسی طرح رہے گی جس طرح کہ پہلے تھی۔ یہ سمجھ کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنا چاہیے کہ ہم کو آج اس کو سمجھنا ہے۔ یہ ہم کو بتاتی ہے کہ آج ہم زندگی کیسے بسر کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ لوگ جن کا مقصد دنیا نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا ہو اور جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہوں' ایسے لوگ تلاش کریں۔ ان کے ساتھی بن جائیں' جماعت بنائیں' سوسائٹی بنائیں' تنظیم بنائیں تاکہ ان کے ساتھ مل کر ان کے ذریعے ہمارے ایمان میں اضافہ ہو۔

تیسری بات یہ کہ اللہ نے جو ہم کو حق دیا ہے اسے ہم دوسروں تک پہنچائیں۔

اس نسخہ شفا کے یہ تین اجزا ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ دنیا میں' فتنے کے زمانے

Marfat.com

میں' دنیا پرستی کے زمانے میں' ہمیں ایمان کے راستے پر قائم رکھ سکتا ہے' اگر ہم اس پر چلنا چاہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

۱۳

عہد فراموشی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ
عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ
فَارْهَبُوْنِ ○ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ
وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ۠ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ○ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا
عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ
وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (سورة البقره ۲: ۴۰-۴۶)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ بنی اسرائیل اور یہودیوں کا ذکر کیا ہے۔ کچھ باتیں ان کو مخاطب کر کے کہی ہیں اور کچھ ان کے کام اور ان کی خرابیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ سورہ البقرہ کی چند آیات (۴۰ تا ۴۶) جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا ان میں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کچھ باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ آپ سوچیں گے کہ جو باتیں یہودیوں سے کی گئی ہیں ان کا ہم سے کیا تعلق؟

ان باتوں کا ہم سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہودی بھی ہماری طرح ایک امت تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب تھی۔ ان کے پاس رسول آئے تھے۔ ان کے پاس ایک شریعت تھی۔ وہ اللہ کی توحید کو مانتے تھے لیکن جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو وہ بگڑ چکے تھے اور ڈیڑھ دو ہزار سال کا عرصہ تورات کو نازل ہوئے گزر چکا تھا۔ آج قرآن مجید کو نازل ہوئے بھی چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور ہمارے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر کہی ہیں انھی میں ہمیں اپنی خرابیوں کا سراغ بھی ملے گا اور اپنی نجات کا راستہ بھی۔ اللہ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ (البقرہ ۲: ۴۰) اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمھارے اوپر کی ہے اور تمھارا جو عہد میرے ساتھ ہے اس کو پورا کرو' میرا جو عہد تمھارے ساتھ ہے میں اس کو پورا کروں گا' اور مجھ ہی

Marfat.com

سے تم ڈرو۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی بات جو ان سے کہی ہے وہ یہ کہ میری نعمت کا دھیان کرو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی۔

یہ نعمت اس کی ہدایت کی نعمت ہے۔ درحقیقت سب سے بڑی نعمت تو ہدایت کی نعمت ہی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ اسی نعمت ہدایت کی وجہ سے وہ دنیا کے امام بنے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر بہت سی فتوحات اور حکومتیں عنایت کیں۔ اللہ کی نعمت کے یاد رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا احساس کرو اور سوچو کہ یہ اتنی بڑی نعمت جو تم کو دی گئی ہے اس کا حق کیا ہے؟ اس نعمت کے ذریعے بنی اسرائیل کے اوپر ایک عہد عائد ہوگیا تھا اور وہ عہد یہ تھا کہ وہ اس ہدایت کے اوپر خود بھی قائم رہیں گے اور اس کو دوسروں تک بھی پہنچائیں گے اور اس پر اس دنیا کو بھی قائم کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اصل چیز تو یہ ہے کہ تم ہمارے وفادار رہو اور جو عہد ہم نے تم سے باندھا ہے اس عہد کو پورا کرو۔ اور پھر وعدہ فرمایا ہے کہ اس کے بدلے میں جو ہم نے تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ دنیا میں تمہیں عزت اور سربلندی دیں گے اور آخرت میں مغفرت اور جنت سے سرفراز کریں گے' اس کو میں بھی پورا کروں گا۔ جس کو بھی اس عہد کا احساس ہو کہ کس سے یہ عہد باندھا گیا ہے یعنی دنیا اور آسمان کے پیدا کرنے والے سے تو اس کا دل کپکپا اٹھے گا۔ اس عہد سے بہت بڑی ذمہ داری ہے جو کہ عائد ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے کہا ہے کہ مجھ سے ڈرو۔

جس طرح بنی اسرائیل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا تورات میں ذکر کیا تھا اسی طرح ہمارے لیے قرآن مجید میں اعلان کیا ہے۔ جب تک ہم نے قرآن مجید کے اوپر عمل کیا' اس پر قائم رہے' دنیا کے اندر غالب رہے اور اللہ نے ہم سے اپنے عہد کو پورا کیا۔ آج اگر ہم ذلیل و مغلوب ہیں تو اس لیے کہ ہم نے قرآن مجید کو ترک کر دیا۔

Marfat.com

اب عزت و سربلندی کا راستہ یہی ہے کہ ہم اللہ کی نعمت کو یاد رکھیں اور اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کریں۔

اس کے بعد ایمان کی دعوت دی گئی ہے اس لیے کہ عہد کو پورا کرنے کے لیے سب سے پہلے ایمان کی ضرورت ہوتی ہے:

وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ○ (۴۱:۲) جو میں نے اتارا ہے اس پر ایمان لاؤ جو تصدیق کرتا ہے اس چیز کی جو تمھارے پاس ہے۔ اور سب سے آگے بڑھ کر اس کے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ اور میری ہدایات اور آیات کو دنیا کی چھوٹی سی قیمت کے عوض نہ بیچو اور میرے غضب سے بچتے رہو۔

سرزمین عرب میں بالخصوص مدینہ میں یہودی آباد تھے۔ ان کو مخاطب کر کے دعوت ایمان دی جا رہی ہے کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ بنی اسرائیل کو اس بات کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ اللہ کے آخری رسولؐ پر ایمان لائیں' اپنے اسی ایمان کو اور پختہ کریں جو ان کے پاس موجود تھا۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایسا نہ کرتے اس لیے کہ جس ایمان کی انھیں دعوت دی جا رہی تھی وہ اس کو پہلے سے تسلیم کرتے تھے۔ ان کا کام یہ نہیں ہونا چاہیے تھا کہ وہ آگے بڑھ کر سب سے پہلے اس کا انکار کریں اور اللہ کے غضب جس کا وہ تجربہ اپنی تاریخ میں کر چکے تھے' اس کو دعوت دیتے۔ اس سے بچنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ ایمان کا راستہ اختیار کرتے۔

آج ہمارے درمیان بھی قرآن مجید موجود ہے اور ہمیں بھی اس پر ایمان کا دعویٰ ہے۔ جس طرح سے بنی اسرائیل کو اللہ کی کتاب پر ایمان لانے اور عمل کی دعوت دی گئی تھی' اسی طرح آج ہمیں بھی قرآن پر ایمان لانے اور عمل کی دعوت دی گئی ہے۔ ایمان کے معنی تو یہ ہیں کہ ہم اس کو سچا جانیں' اس پر ایمان و یقین بھی رکھیں اور اس کے اوپر

Marfat.com

عمل بھی کریں۔ قرآن کے ساتھ ہمارا معاملہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے اعمال سے اور ہماری باتوں سے سب سے بڑھ کر قرآن مجید کا انکار ہو۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اللہ کا غضب ہمارے حصے میں بھی آ سکتا ہے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔ یہی اللہ نے بنی اسرائیل کو ہدایت دی تھی۔ یہی ہدایت ہمارے لیے بھی ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (۴۲:۲) باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو۔

ایمان میں خرابی اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ ایمان جو حق کی راہ روشن کرتا ہے اس راہ میں اندھیرے آجاتے ہیں۔ حق اور باطل خلط ملط ہو جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ حق اور باطل کو الگ الگ رکھو' اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح رکھی ہیں' ان کو اسی طرح رکھو۔ یہ وہ بات ہے کہ اس کو چھپانا' حق کو چھپانا ہے اور حق کو چھپانا اور اس کو ظاہر نہ کرنا' یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید تو لے کر ہی حق کو آیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر بھی اس کو پھیلایا جائے اور اس کا اظہار کیا جائے' اور دنیا کو بھی اس حق سے آشنا و متعارف کروایا جائے۔

اس طرح سے تین باتیں واضح ہو گئیں کہ ہدایت کی نعمت کو یاد رکھو' اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو اور اس کے لیے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت دی ہے اس کا انکار نہ کرو۔ اپنی باتوں سے اور عمل سے حق کو واضح کرو اور اس کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔

اس کے بعد ایمان کے عملی تقاضوں کی طرف ان الفاظ میں ہدایت دی گئی ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (۲: ۴۳) نماز کو قائم کرو'

Marfat.com

زکوٰۃ دیتے رہو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔

نماز اللہ کی بندگی کی علامت ہے۔ جو اسی کے آگے جھکنے' اسی کو یاد کرنے اور اس کے دربار میں حاضر ہونے کا نام ہے۔ جب امتیں بگڑتی ہیں تو نماز کو ضائع کر دیتی ہیں۔ نماز پڑھنے والے بھی کم رہ جاتے ہیں اور نمازوں میں دل بھی نہیں لگتا۔ لوگ جانتے بھی نہیں کہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک طرف نماز پڑھتے ہیں اور دوسری طرف وہی برائیاں کرتے ہیں جن سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کی ساری برائیاں کم ہو جائیں اور ختم ہو جائیں۔

ایمان کا دوسرا تقاضا زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ یہ ہے کہ مال میں اللہ نے بندوں کا جو حصہ مقرر کر دیا ہے' اپنے مال میں سے وہ حصہ نکال کر بندوں کی خدمت کرو۔ یہ کام تن تنہا نہیں ہو سکتا بلکہ سب ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اس کام کو کرو۔ اگر نماز پڑھو تو جماعت کے ساتھ پڑھو اور اجتماعی طور پہ زکوٰۃ کا نظام قائم کرو۔ اس میں جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ منافقت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(۲:۴۴) کیا تم لوگوں کو حکم کرتے ہو نیکی کا اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔

جب یہ روش پیدا ہو جائے جس کے بارے میں سیدنا مسیحؑ نے بنی اسرائیل کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم لوگوں پر تو بڑے بڑے بوجھ لادتے ہو کہ ان کو یہ کرنا چاہیے اور خود تم ان پر عمل نہیں کرتے۔ تمہاری مثال تو ایسی ہے جیسے کہ قبریں کہ جن پر سفیدی پھیر دی گئی ہو--- آج بھی دین کا نام بہت لیا جاتا ہے' دین کے نام پر لمبی لمبی تقریریں کی جاتی ہیں' علما کی طرف سے بھی اور سیاسی لیڈروں کی طرف سے بھی' اور بہت سے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی لیکن عمل نہیں کیا جاتا۔

Marfat.com

اسی لیے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تم دوسروں کو تو دین کی طرف دعوت دو اور نصیحتیں کرتے رہو مگر خود کو بھول جاؤ۔ یہ روش نہیں ہونی چاہیے۔ اس تضاد اور نفاق کو دور کرنا ضروری ہے۔

عہد کو پورا کرنا' ایمان پر قائم رہنا' حق کو ظاہر کرنا اور نہ چھپانا' حق سے باطل کو خلط ملط نہ کرنا' نماز کا قیام اور زکوٰۃ ادا کرنا یہ کام آسان بھی ہیں اور مشکل بھی۔ اس کام کو آسان کرنے کا نسخہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔ فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (۲:۴۵) صبر اور نماز سے مدد لو۔

بہ ظاہر خطاب بنی اسرائیل سے ہے لیکن ہم بھی اس کے مخاطب ہیں کہ صبر اور نماز' ان دو چیزوں سے مدد طلب کرو۔ "صبر" اس چیز کا نام ہے کہ ہم اپنے آپ کو جمائیں۔ اس چیز پر کہ جو اللہ کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہے' اور ان راہوں اور راستوں پر جانے سے اپنے آپ کو روکے رکھیں جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ دنیا کی ترغیبات کا مقابلہ کریں اور جو مشکلات آئیں ان کے مقابلے میں بھی جمے رہیں۔ لیکن یہ صفت کیسے پیدا ہو گی؟ اس کے لیے نماز کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ صبر تو اسی صورت میں حاصل ہو گا جب کہ یہ یقین ہو کہ ہم اللہ کے سامنے ہیں اور اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ نماز میں یہی ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں' ملاقات کرتے ہیں اور اس سے اپنے عہد کو تازہ کرتے ہیں۔ نماز سے صبر پیدا ہوتا ہے اور صبر کی ضرورت نماز کے لیے پڑتی ہے۔ لیکن یہ بھی کوئی بہت آسان کام نہیں ہے۔ فرمایا:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (۲:۴۵-۴۶) نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرماں برداروں کے لیے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخرکار انھیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

Marfat.com

یہ کام گراں اور بھاری ہے مگر آسان ہو سکتا ہے ان کے لیے کہ جن کے اندر خشوع ہو۔ خشوع کے معنی ہیں جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوں جن کے دل اللہ کے آگے پگھل رہے ہوں جن کے دل اللہ کے آگے پست ہوں جن کے دلوں میں اللہ کا دھیان ہو۔ ایسے ہی لوگوں کو خاشعین کہا جاتا ہے۔

خشوع کیسے پیدا ہو گا؟ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہوں' اس دھیان میں رہتے ہوں اور ان کو یہی اندیشہ لگا رہتا ہو کہ ان کو اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے' اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جس کو اس بات کا یقین ہو کہ ایک دن اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے' جو اس کا خیال رکھے اور موت کو یاد رکھے کہ جب اللہ کی طرف لوٹ جائے گا تو اسے معمولی معمولی بات کا حساب دینا ہو گا' تو اس کا دل اللہ کے آگے جھکا رہے گا۔ جس کا دل اللہ کے آگے جھکا رہے گا وہ پھر صبر و صلوٰۃ پر بھی قائم رہے گا۔ اس کے نتیجے میں اس میں وہ قوت اور طاقت پیدا ہو گی کہ وہ اللہ سے کیے ہوئے عہد پورا کر سکے گا اور اپنے اوپر عائد حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں ادا کر سکے گا۔

اگر آپ اس پورے حصے پر غور کریں تو بہ ظاہر خطاب یہودیوں سے ہے جو مدینہ کے اندر رہتے تھے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا لیکن اس کا ایک ایک حکم' ایک ایک آیت خود ہمارے اپنے لیے بھی ہے۔ اگر آپ اس کا خلاصہ بیان کرنا چاہیں تو صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک' اللہ سے کیا ہوا عہد اور ایفائے عہد۔ دوسرے' اللہ سے ملاقات کی فکر اور تیاری۔ اصل چیز تو اللہ سے وفاداری ہے۔ اللہ کی کتاب کی وجہ سے جو عہد ہمارا اللہ سے قائم ہو گیا ہے کہ ہم اس کتاب پر عمل کریں گے' اس کو دوسروں تک پہنچائیں گے اور اسی کی طرف دنیا کو بلائیں گے اور اس پر انسانوں کو قائم کریں گے' اس عہد کو پورا کرنا ہی دراصل زندگی کا خلاصہ ہے۔ یہی زندگی کا حاصل

Marfat.com

اس کے لیے سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں یہ یقین ہو کہ ہمیں اللہ سے ملاقات کرنی ہے۔ اللہ سے ملاقات کا خیال اور دھیان جتنا مضبوط ہو گا' اتنا ہم اس عہد کو پورا کر سکیں گے۔ بس یہ دو ہی باتیں اگر ہم کو یاد رہیں' یعنی عہد کا پاس اور اللہ سے ملاقات کا خیال رکھنا ہے اور اس سے ملاقات کی تیاری کرنا تو ہمارے اندر وہ قوت بھی آئے گی اور جذبہ بھی آئے گا جس سے کہ ہم اللہ سے اپنے عہد کو پورا کر سکیں' ایمان کے تقاضے پورے کر سکیں' اور قرآن مجید جس پر ہمیں ایمان کا دعویٰ ہے اس کے ایمان پر ہم سچے اور پکے ثابت ہو سکیں۔

ان چند آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں وہ ہمارے اوپر بھی پوری طرح صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ ہمیں بھی وہی کچھ کرنا ہے جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح اور صاف ہو جاتی ہے کہ اگر آج دنیا میں ہماری حالت خراب ہے' اگر آج ہم ذلیل ہیں اور ہمارے اوپر ذلت و مسکنت طاری ہے' اگر ہم مجبور ہیں اور دنیا کی قومیں ہمارے اوپر چڑھ دوڑی ہیں تو بالکل یہی حادثہ بنی اسرائیل کے ساتھ بھی پیش آیا تھا اور اس لیے پیش آیا تھا کہ انھوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا عہد بھلا دیا تھا۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ کبھی بابل سے لوگ آئے جنھوں نے ان کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ان کو گرفتار کر کے لے گئے اور پوری کی پوری قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ کبھی شام سے لوگ آئے اور کبھی روم سے بادشاہ گئے اور بالآخر وہ دنیا میں اس طرح سے پھیلا دیے گئے کہ دو ہزار سال تک وہ دنیا میں اس طرح سے منتشر اور بکھرے رہے کہ کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا اور نہ کوئی سر چھپانے کو ٹھکانہ میسر تھا۔ ذلت اور رسوائی ان کے حصے میں آئی۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ انھوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو فراموش کر دیا تھا۔ جہاں تک اللہ کے اس وعدے کا تعلق ہے کہ تم مجھ سے کیا ہوا عہد

Marfat.com

پورا کرو تو میں اپنا عہد پورا کروں گا' اسکے اندر یہ بات بھی پوشیدہ ہے کہ اگر تم نے میرے عہد کو پورا نہیں کیا تو پھر تم میرے عذاب سے ڈرو اور میرے غضب سے بچنے کی فکر کرو۔ عہد فراموشی کا انجام کیا ہونے والا ہے' یہ بات سمجھنا بھی ہمارے لیے مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ آج ہماری ہزاروں خواہشوں اور تمناؤں کے باوجود اگر دنیا میں مسلمان کی حالت بہتر نہیں ہوئی تو اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے' اور وہ یہ کہ ہم اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا نہیں کر رہے ہیں!

Marfat.com

Marfat.com

١٤

غلبةُ دين

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
اَلْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى
الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا
تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا
مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ
بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ
وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا
ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (حٰمٓ السجدہ ۴۱:
۳۰-۳۶)

Marfat.com

نبی کریمؐ اور ان کے ساتھیوں نے جب اللہ کو اپنا رب مانا' اس کا اعلان کیا تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ایمان کے راستے پر قائم رہنا سخت دشوار ہو گیا تھا۔ مسلمان اپنے آپ کو بالکل بے بس اور بے یار و مددگار محسوس کر رہے تھے۔ اللہ نے حم السجدہ کی ان آیات (۳۰ تا ۳۴) میں ان کی ہمت بندھائی اور تسلی دی کہ جو اللہ پر بھروسا کر کے اس کی راہ میں ڈٹ جاتا ہے اس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو دنیا سے آخرت تک اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ بہترین انسان وہ ہے جو خود نیک عمل کرے' دوسروں کو خدا کی طرف بلائے اور ڈٹ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اگر کبھی شیطان اکسائے تو اس کا بھی علاج بتایا کہ اللہ کی پناہ میں آجاؤ۔ آخری بات یہ بتائی کہ اگر تمام راہیں مسدود ہو جائیں پھر بھی تم بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرو۔ اخلاق حسنہ وہ بہترین ہتھیار ہے جس سے دلوں کو جیتا جا سکتا ہے۔ صبر و استقامت اور اخلاق حسنہ ہی وہ ہتھیار ہیں جن سے کٹر دشمن جگری دوست بن جائیں گے اور دین کو غلبہ حاصل ہو گا۔

سورہ حم السجدہ کی ان آیات (۳۰ تا ۳۶) میں راہ دعوت کے ان ہی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حم السجدہ ۴۱: ۳۰) جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے' یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں

Marfat.com

کہ "نہ ڈرو' نہ غم کرو"۔

گویا یہ فرشتے آج بھی ہم سے کہتے ہیں' کل بھی وہ سامنے آتے تھے' آخرت میں بھی وہ ہمیں ملیں گے' ہر جگہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت اور غم نہ کھاؤ....! اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں چلنے میں کسی چیز کا خطرہ اور خوف تم کو نہیں ہونا چاہیے' اور کسی چیز کے چھوٹنے کا غم نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے استقامت پیدا ہوتی ہے اور جتنی استقامت پیدا ہوتی جاتی ہے اتنا ہی یہ خوف اور غم کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک طرف ڈر اور خوف پگھلتا جاتا ہے تو دوسری طرف یہ اطمینان بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے اللہ کا حکم مان لیا' اس پر جم گئے۔ جتنا خوف اور ڈر نکلتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ کی راہ پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ فرشتے صرف یہی دو خوشخبریاں اور یہی دو باتیں اہل ایمان سے نہیں کہتے بلکہ وہ ایک اور بات بھی کہتے ہیں' اور وہ ہے جنت کی خوشخبری! وہ کہتے ہیں:

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حم السجدہ ۴۱:۳۰) اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اللہ کو رب مان کر اس کی راہ میں چلنے کا نتیجہ تو جنت ہی ہے۔ اور جو آدمی بھی اس راہ پہ چلے' اس کے لیے' اور اگر ہم اور آپ چلیں تو ہمارے لیے بھی' جنت کی بشارت اور خوش خبری اس میں موجود ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

پھر فرشتے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم ہر جگہ تمہارا ساتھ دیں گے:

نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ (۴۱:۳۱) ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔

فرشتے تو اللہ کی قوتیں ہیں اور اس کے غیبی کارکن ہیں۔ ان کا ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارا ولی ہے' ہمارا مددگار ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ کو رب مان کر اگر ہم اس کی راہ پر چلیں گے تو ہر جگہ اللہ ہمارے ساتھ ہو گا' دنیا میں بھی اور آخرت

Marfat.com

میں بھی۔ قبر کی منزل بھی آسان ہو گی' حشر کا معاملہ بھی آسان ہو گا' پل صراط پر سے بھی گزر جائیں گے اور جنت میں پہنچ جائیں گے۔

وہ جنت کیسی ہو گی؟ فرمایا:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ (۴۱:۳۱) وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمھیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمھاری ہو گی۔

وہ جنت ایسی ہو گی جس کی اگر تعریف کی جائے تو بہت تعریف ہو سکتی ہے مگر مختصر تعریف یہ ہے کہ جو دل چاہے گا وہاں مل جائے گا۔ جو مانگیں گے وہ حاصل ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑی بات کہی ہی نہیں جا سکتی۔ یعنی دل میں جو خواہش بھی پیدا ہو گی وہ پوری ہو جائے گی' جو زبان سے نکلے گا وہ حاضر کر دیا جائے گا۔ پھر وہ فرماتا ہے:

نُزُلاً مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (۴۱:۳۲) یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔

یہ جو کچھ ملے گا وہ تو اللہ کی طرف سے ملے گا ہی' لیکن جس کا میزبان رب کائنات ہو جو بڑا بخشنے والا' بڑا رحم کرنے والا اور ساری غلطیاں معاف کرنے والا ہے' ذرا آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس کی کیا کیا نعمتیں ہیں جو مہمان کو ملنے والی ہیں۔ یہ سب چیزیں جو اللہ نے یہاں بیان کی ہیں ان کے لیے ہیں جو اللہ کو اپنا رب قرار دیں اور اس کی راہ پر چلتے رہیں۔

اس کے بعد پھر وہ فرماتا ہے کہ جب تم نے اللہ کو رب قرار دے دیا کہ اللہ ہی ہمارا مالک اور آقا ہے' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم دوسروں کو بھی اس کی طرف بلائیں۔ سب اللہ کے بندے ہیں۔ اگر وہ اللہ کو اپنا آقا نہیں مان رہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو بھی کہیں کہ وہ اللہ کو اپنا آقا اور مالک بنائیں۔ یہی وہ سب سے اچھا کام ہے جو اللہ کا بندہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (۴۱:۳۳) اس سے اچھی بات کس آدمی کی ہو گی جس نے اللہ کی طرف بلایا' خود نیک عمل کیا اور اعلان کیا کہ میں اللہ کے ماننے والوں اور اس کی صفات کرنے والوں میں سے ہوں۔

یہاں تین باتیں اللہ نے فرمائی ہیں۔ ایک یہ اللہ کو رب ماننے اور اس پر جم جانے کا نتیجہ ہے کہ آدمی دوسروں کو بھی اللہ کی طرف بلائے اور ان سے کہے کہ وہ اللہ کو اپنا رب بنائیں۔ خود بھی وہ کام کرے جو اللہ کو پسند ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے ڈر اور خوف کی وجہ سے سب کے سامنے یہ کہے کہ میرا تعلق تو اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا ہے' میں اسی کی اطاعت کرنے والا ہوں۔

جب آپ اللہ کو اپنا رب مان کر اس پر جم جائیں گے تو جو لوگ آپ کے اوپر خدائی کے دعوے دار ہیں' وہ آپ کی مخالفت کریں گے۔ جب آپ اللہ کی طرف بلائیں گے تو اس راہ میں مشکلات پیش آئیں گی اور لوگ مخالفت پر کھڑے ہو جائیں گے۔ ایسے میں کیا رویہ اپنانا چاہیے؟

وَلاَ تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلاَ السَّیِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ (۴۱:۳۴) اور اے نبیؐ' نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ اس بات کو یاد رکھو کہ برائی بھلائی برابر نہیں ہوتے۔ اگر تمہارے مخالف دشمن تمہارے خلاف گالیاں دیتے ہیں' تمہیں برا بھلا کہتے ہیں' تمہیں مارتے ہیں' گھسیٹتے ہیں' مظالم کرتے ہیں تو برائی کا جواب بھلائی سے دو۔ اگر تم نے برائی کا جواب بھلائی سے دیا تو پھر تم دیکھو گے کہ جو تمہارے دشمن ہیں' ان کا برتاؤ بھی تمہارے

Marfat.com

ہاتھ دوستی کی طرح ہو جائے گا۔ نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی۔ تم برائی کا جواب بھلائی سے دو۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے اور اس کے درمیان جس سے تمہاری دشمنی ہے اس طرح دوستی ہو جائے گی جیسے وہ تمہارا جگری دوست ہو۔

یہ مقام آسان نہیں ہے۔ برائی کا جواب بھلائی سے دینا' کوئی گالی دے تو دعا دینا' کوئی کانٹے بچھائے تو پھول بکھیرنا' کوئی برا بھلا کہے تو اس کو مسکرا کر دیکھنا' یہ کوئی معمولی کام نہیں ہیں۔ اس کے لیے بڑے صبر کی ضرورت ہے' اپنے اوپر قابو کی ضرورت ہے' اپنے آپ کو روکنے اور باندھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (۴۱:۳۵) یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں' اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔

یہ خوبی کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے' ان کو ملتی ہے جن کے پاس صبر کی صفت ہوتی ہے' جو اپنے اوپر قابو رکھتے ہیں' جو اپنی سوچ پر قابو رکھتے ہیں' اگر انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو قابو رکھتے ہیں۔ غرض جو بھی مسئلہ درپیش ہو اپنے حواس قابو میں رکھتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں یہ اللہ کا کام اللہ کی خاطر ہو رہا ہے اور اللہ کے سامنے ہے۔ عزت بھی اس کے ہاتھ ہے اور ذلت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

یہ مقام صرف ایسے ہی لوگوں کو ملتا ہے جو بڑی اونچی قسمت والے اور نصیب والے ہیں۔ دنیا کے خزانے اور دولت خوش قسمتی نہیں ہے۔ اصل نصیب والا تو وہ ہے جس کو صبر مل جائے اور وہ اپنے اوپر اتنا قابو رکھتا ہو کہ لوگوں کی برائی کا جواب بھلائی سے دے۔ ایسے شخص کے لیے لوگوں کے دل فدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سونے چاندی کے گھر تو نہیں رکھتا لیکن لوگوں کے دل اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑے نصیب اور قسمت کی بات ہے۔

Marfat.com

اگر ایک طرف ایسی خوش نصیبی ہے تو دوسری طرف شیطان بھی ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اگر بدلہ نہیں لیا تو لوگ تم کو بڑا بزدل سمجھیں گے اور بے شمار بھلاوے دیتا ہے۔ اس کا علاج بھی اللہ نے بتا دیا:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

(۴۱:۳۶) اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو' وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اگر کبھی ایسا ہو کہ شیطان تمھیں اپنے دھوکے میں مبتلا کر دے' تمھیں جھوٹ میں ڈال دے' اس کا پھندا تمھارے گرد پڑ جائے تو اللہ کی پناہ لے لو۔ اللہ سے اس لیے پناہ مانگو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ تم پناہ مانگو گے وہ تمھاری پکار کو سنے گا۔ تم پر جو گزر رہی ہے' اس کو وہ جانتا ہے اور اس سے بڑھ کر کون پناہ دے سکتا ہے۔ اس لیے اگر کبھی دل کے اندر خیال پیدا ہو کہ برائی کا جواب برائی سے دینا چاہیے' کسی نے پتھر مارا ہے تو اسے لاٹھی مارنا چاہیے' کسی نے ہمارا ایک آدمی مارا ہے تو اس کے دو آدمی مارنے چاہیں' ان سب کا علاج یہ ہے کہ اللہ کی پناہ میں آجاؤ۔ اس اللہ کی پناہ میں جو تمھارا رب ہے اور جس کو تم رب مان کر اس کی بندگی کے مقام کے اوپر جم گئے ہو۔

قرآن مجید کی یہ آیات جو ہمیں بڑے قیمتی سبق دیتی ہیں۔ یہ بتاتی ہیں کہ ہم جو دن رات اللہ کو اپنا رب پکارتے ہیں' نماز میں پکارتے ہیں' نماز کے بعد پکارتے ہیں' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہتے ہیں' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلٰی کہتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے' اس سے دعا بھی مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اے ہمارے رب!--- یہ صرف زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے' اس کے لیے عمل کی' اس کی راہ میں جمنے کی اور استقامت کی ضرورت ہے۔ استقامت کے لیے دل خوف اور ڈر سے پاک ہونا چاہیے۔ دنیا کی چیزوں کی اہمیت دل سے نکال دی جائے کہ اگر یہ چھن جائیں تو اس پر کسی قسم کا افسوس' غم' حسرت اور ملال نہ

Marfat.com

ہو' تب ہی استقامت کی کیفیت حاصل ہو گی۔

اگر ایک دفعہ ہم اس مقام پر جم گئے تو خوف اور ڈر بھی رخصت ہوتا جائے گا۔ دنیا کی نعمتوں سے محرومی اور چھن جانے کا افسوس بھی نہ رہے گا اور ہم دنیا میں بالکل نڈر اور بے خوف زندگی گزاریں گے۔ کوئی غم اور پریشانی ہماری جان کو لاحق نہیں ہو گا۔ فرشتے ہمارے ساتھ ہوں گے' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ وہ جنت جہاں ہماری ہر خواہش پوری ہو گی ہمیں مل جائے گی۔ اس کے لیے ایک تو اللہ کو رب کہنا اور اس پر جم جانا' اس بات کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب اللہ کو رب مان لیا تو اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی دعوت دیجیے کہ اللہ کو اپنا رب مانیں اور وہ بھی اللہ کی راہ پر چلیں۔ خود بھی نیک عمل کیجیے اور دوسروں کو بھی دعوت دیجیے۔ اور اگر اس راہ میں کوئی مشکلات پیش آئیں تو کوشش کیجیے کہ جو آپ کے ساتھ برائی کرے' مخالفت کرے' آپ مسکرا کر اچھی بات سے اس کا مقابلہ کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ دنیا کے لوگوں کے دل آپ کے لیے فتح ہوتے جائیں گے۔ لوگ آپ کے قدموں کے آگے بچھتے چلے جائیں گے اور اللہ کا دین غالب ہو گا۔ اس کے نتیجے میں دنیا پر صرف اللہ کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ غلبہ دین اور اسلامی حکومت کے قیام کا بھی یہی راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ' سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ ساز' عہد ساز' مستقبل ساز

ماہنامہ

ترجمان القرآن' لاہور

سید مودودی علیہ الرحمہ نے اس رسالے سے ۳۰ کے عشرے میں اس تحریک کا آغاز کیا جو آج احیائے اسلام کی عالمی لہر ہے

خرم مراد علیہ الرحمہ نے ۹۰ کے عشرے میں اسے نئی زندگی دی' باطنی و ظاہری محاسن سے آراستہ کیا۔

اب

پروفیسر خورشید احمد

کی ادارت میں

- مستقبل کی تعمیر کے لیے راہ نمائی دے رہا ہے۔
- آج کے سلگتے مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں پیش کر رہا ہے۔
- ایمان و حکمت کی دولت سے مالا مال کر رہا ہے۔

زرسالانہ : ۲۰۰ روپے فی شمارہ : ۲۰ روپے

رابطہ : 5- اے' ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور- فون : 7587916 فیکس : 7585590
ویب سائٹ : www.tarjumanulquran.com ای میل : tarjuman@pol.com.pk

Marfat.com

بات پہنچانا

کام ہے--- اصل کام!

سنت رسولؐ ہے

آپؐ نے بھی بات پہنچائی

[اسی لیے آج ہم مسلمان ہیں]

منشورات کے کتابچے

اچھی باتیں ہیں

بات پہنچانے کے مواقع---شمار کیجیے

☆مسجد میں نمازی ☆ جلسے میں لوگ ☆بازار میں دکان دار

☆ گاڑی میں مسافر ☆ اسکول' کالج' مدرسے میں طلبہ وطالبات

☆ ہسپتال میں مریض ☆ جیل میں قیدی.....

ہر جگہ اللہ کے بندے' اللہ کے پیغام کے منتظر!

ان مواقع سے فائدہ اٹھایئے

ہمارے کتابچے منگوایئے' تقسیم کیجیے

موقع کے لیے مناسب' موثر' خوب صورت اور سستے

تفصیلات کے لیے لکھیں:

منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور- 54570

فون: 5419520-24 , 5425356 فیکس: 7832194

Marfat.com

رب کا پیام

الفاتحہ

النساء

الحج

یٰسین

النمل

الواقعہ

الحاقہ

الحدید

التوبہ

الکہف

یونس

البقرہ

ضحی

حٰم السجدہ

خرم مراد

منشورات

Marfat.com